من گھڑت حدیث

میں علم کا شہر ہوں ابوبکر اس کی بنیاد عمر اس کی
دیواریں عثمان اس کی چھت اور علی اس کا دروازہ

کو ضعیف ثابت کرنے کے لئے مفتی حسان
عطاری کے دیئے گئے دلائل کا اصول محدثین
کی روشنی میں تحقیقی و تنقیدی جائزہ

اصل کتاب کے
اسکین کے ساتھ

مصنف:
سید عاقب حسین

نظرثانی:
رضا عسقلانی شافعی

فہرست

مقدمۃ التحقیق

ہم سے آج سے تقریباً دو سال پہلے ہمارے گروپ تحقیق حدیث و اسماء رجال میں ایک سوالی نے حدیث میں علم کا شہر ہوں ابو بکر اسکی بنیاد ہیں عمر اسکی دیوار ہیں عثمان اسکی چھت ہے اور علی دروازہ ہیں رضی اللہ عنھم کی بابت سوال کیا تھا کہ آیا یہ کس درجہ کی روایت ہے۔

ہم نے مختصر سی تحریر لکھ کر دلائل سے انکو جواب دیا تھا کہ یہ موضوع یعنی منگھڑت روایت ہے نبی کریم ﷺ پر جھوٹ ہے۔ اس وقت ہمارے گروپ میں موجود ایک شخص بنام نعمان عطاری نے ہمیں اپنے استاذ مفتی حسان عطاری صاحب کی اس روایت پر تحریر بھیجی جس میں مفتی موصوف نے ناصرف اصول محدثین سے کھلی بغاوت کا مظاہرہ کیا تھا بلکہ اپنی علم حدیث کے باب میں کم علمی کا بھی اچھا خاصہ ثبوت دیا تھا جیسا کے آپ تفصیلی تحقیق آگے رسالے میں پڑھیں گے۔

ہم نے اسی وقت تقریباً 3 گھنٹے کے دورانیہ میں اس تحریر کا رد لکھا جس کا جواب الجواب نا تو شاگرد رشید دے سکے نا ہی انکے استاذ محترم کی طرف سے آیا۔

پھر ہم نے مفتی حسان عطاری صاحب سے بذات خود رابطہ کیا انکے پرسنل واٹس ایپ نمبر پر جس کے گواہان موجود ہیں اور مفتی صاحب سے عرض کی کہ ہمیں آپکی تحقیق پر کچھ اشکالات ہیں اور وہ اشکالات ہم نے مفتی صاحب کو تحریری صورت میں لکھ کر دیئے مفتی صاحب نے بجائے ان اشکالات کا جواب دینے کے مجھے کہا کہ میری ایک کتاب آرہی ہے اس کتاب میں اس روایت کا بھی دفاع کیا ہے میں نے آپ اسکو پڑھ لی جئے گا۔

ہم نے تقریباً 2 مہینہ انتظار کیا اور اس دوران مفتی موصوف سے مسلسل رابطہ کرتے رہے کے شاید جواب دے دیں لیکن نا تو کتاب مارکیٹ میں آئی نا جواب پھر کچھ عرصہ بعد ایک کتاب بنام « تحقیق المعتمد فی روایۃ الکذاب و درجات السند » کے نام سے شائع ہوئی جو مفتی موصوف کی تھی جو درحقیقت امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ « منیر العین » کے اندھا دھن دفاع میں لکھی گئی ہے۔ ہم نے اس کتاب میں جب مفتی موصوف کی تحقیق پڑھی اس روایت پر تو انہوں نے مزید فضول گوئی اور منہج محدثین سے بغاوت کا اظہار کر رکھا تھا اسی دوران دعوت اسلامی جس ادارے میں مفتی صاحب شیخ الحدیث کا فریضہ سر انجام دے رہے ہیں اس ادارے کی طرف سے آفشلی باقاعدہ پوسٹر بنا کر اس روایت کا لوگوں میں عام کر دیا گیا جو ہزاروں واٹس ایپ اسٹیٹس اور پروفائل کی زینت بنا اتنی بے باقی سے نبی کریم ﷺ کی طرف جھوٹ منسوب کیا جا رہا تھا تو ہم نے پھر

اس روایت پر تفصیلی تحقیقی 40 صفحات پر مشتمل رسالہ لکھا جس میں مفتی موصوف کے دیئے گئے تمام تر دلائل کا اصول محدثین کی روشنی میں رد کیا مفتی صاحب کی دی گئی ہر ایک دلیل کا رد کیا کوئی دلیل کوئی کلام نہیں چھوڑا جس پر نقد نا کیا ہو اصول محدثین کی روشنی میں۔

وہ 40 صفحات پر مشتمل رسالہ پی ڈی ایف کی فارم میں سوشل میڈیا فیسبک، واٹس ایپ، ویب سائٹس پر عام رہا مفتی موصوف کے کئی شاگردوں نے اسکا مطالعہ کیا اور اس رسالہ کو مفتی موصوف کو پیش بھی کیا جن میں سے مفتی موصوف کے ایک خاص شاگرد کو تو باقاعدہ میں نے کہا کہ مفتی صاحب سے عرض کریں اس رسالہ کا جواب مرحمت فرمائیں۔

بجائے رسالہ کا جواب دینے کے مفتی صاحب نے جو میری ذاتیات پر کلام کیا اسکو میں یہاں نقل کرنا مناسب نہیں سمجھتا وہ کلام خود انکے شاگرد نے مجھے بتایا تھا جو ان سے تخصص فی الحدیث پڑھ رہے تھے اور آج بھی دعوت اسلامی کے شعبہ میں اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں میں انکے بھلے کے لیئے انکا نام یہاں ذکر نہیں کرتا ورنہ انکی روزی روٹی بند ہو جائے گی۔

کئی عرصہ تک اس رسالے کا کوئی جواب کہیں سے نہیں دیا گیا پھر ایک موصوف سامنے آئے جن کا تعلق کراچی سے تھا انہوں نے 23 صفحات پر مشتمل میرا جواب لکھنے کا شور مچایا ہم نے جب اس پی ڈی ایف کو دیکھا تو ہماری حیرت کا کوئی عالم نا تھا کہ اس 23 صفحات کی پی ڈی ایف میں 21 صفحات تو اسی کتاب تحقیق المعتمد فی روایۃ الکذاب و درجات السند کے تھے۔ اور ان 21 صفحات پر مفتی موصوف نے سند حدیث کی اہمیت و ضرورت پر محدثین کے اقوال نقل کر رکھے تھے جو میں پہلے ہی پڑھ چکا تھا وہ الگ بات ہے کہ مفتی موصوف نے انکو نقل انکا انکار کرنے کے لئے کیا تھا کیونکہ آگے چل کر اسی رسالہ میں انہوں نے انہی محدثین کے اقوال کا کوئی پاس نہیں رکھا خیر یہ ہمارا زیر بحث موضوع نہیں۔

لیکن ان 21 صفحات کا میرے رسالہ سے کوئی تعلق ہی نہیں تھا تو انکو اصل کتاب سے نکال کر علیحدہ پی ڈی ایف بنا کر شور مچانے کا کیا فائیدہ تھا کہ ہم نے رد لکھ دیا؟؟

خیر ہم نے زیر بحث روایت کو موضوع اس بنیاد پر نہیں کہا کہ یہ بے سند ہے بلکہ اسکو موضوع اس لئے کہا ہے کہ یہ محدثین کی بیان کردہ موضوع کی تعریف اور اصول کی روشنی میں موضوع ہے جو تفصیلی طور پر آپ آگے رسالے میں پڑھیں گے۔

لہذا ان 21 صفحات کو نقل کرنے کا کوئی فائیدہ نا ہوا بقایا بچے ہوئے 3 صفحات پر وہی مفتی موصوف کے دیئے ہوئے دلائل دوبارہ لکھے ہوئے تھے جنکا میں پہلے ہی رد کر چکا تھا۔ ہمارے رد کا ہمارے دیئے گئے دلائل کا کوئی جواب نہیں تھا۔

اور شور ایسے ڈالا ہوا تھا سوشل میڈیا پر جیسے کوئی بہت بڑا کئی ضخیم جلدوں پر مشتمل رد لکھا ہے کھودا پہاڑ نکلی مری ہوئی چوہیا۔ پھر ہمارے کچھ دوستوں نے کچھ مہینوں سے ہم سے فرمائشیں کیں کہ میں اپنے رسالے میں دلائل کا اضافہ کروں اس روایت کے موضوع ہونے پر اور ساتھ ہی ساتھ اسکین پیج بھی شامل کروں تو اللہ کے فضل و کرم سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے امیر المؤمنین مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی نسبت اور فیض سے آپکی شہادت کے دن کے صدقے آج 21 رمضان المبارک 1444ھ کو ہم نے اس رسالے میں دلائل کا اضافہ مکمل کیا۔

اس رسالہ میں ہم نے مفتی صاحب کی دی گئی ہر ایک ایک دلیل کا کئی کئی طریقوں سے رد کیا ہے اصول محدثین اور منہج محدثین کی روشنی میں۔ اور کئی محدثین کے اقوال کو بطور تبرک ذکر کیا ہے۔ یہ رسالہ ان شاء اللہ محققین کے لئے انتہائی مفید ثابت ہو گا۔

اللہ جل جلالہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول مقبول فرمائیں ہم نے نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف منسوب جھوٹ کا رد کیا ہے۔

(نوٹ:) اگر کسی کو ہمارا رد لکھنے کا شوق ہو تو جس طرح ہم نے ایک ایک دلیل کا جواب دیا ہے اصول محدثین کی روشنی میں بلکل اسی طرح رد لکھے ورنہ فضول گوئیوں اور کاپی پیسٹ اور قیاس آرائیوں کا ہمارے پاس جواب دینے کا نا تو ٹائم ہے اور نا ہم دیں گے۔

محمد عاقب حسین

منگھڑت حدیث

میں علم کا شہر ہوں ابو بکر اس کی بنیاد عمر اس کی دیواریں عثمان اس کی چھت اور علی اس کا دروازہ رضی اللہ عنہم

کو ضعیف ثابت کرنے کے لئے مفتی حسان عطاری کے دیئے گئے دلائل کا اصول محدثین کی روشنی میں تحقیقی و تنقیدی جائزہ

اختلاف کرنے پر آئمہ کرام کے اقوال

شیخ القراء والمفسرین الإمام فقیہ کثیر الحدیث ابو الحجاج مجاہد بن جبر المکی م102ھ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ أَحَدٌ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا يُؤْخَذُ مِنْ قَوْلِهِ وَيُتْرَكُ، إِلَّا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی ﷺ کے بعد ایسا کوئی بھی نہیں ہے مگر یہ کہ اسکی بات کو قبول بھی کیا جاسکتا ہے اور ترک بھی کیا جاسکتا ہے۔(یعنی نبی کریم ﷺ کی ہر بات کو قبول کیا جائے گا باقیوں کے بارے میں اختیار ہے قبول کرو یا ترک)

(کتاب قرۃ العینین برفع الیدین فی الصلاۃ رقم 103 وسندہ صحیح)

ثقہ ثبت فقیہ کوفی تابعی حکم بن عتیبہ الکندی م115ھ رحمہ اللہ نے فرمایا:

ليس أحد من خلق الله إلا يؤخذ من قوله ويترك إلا النبي صلى الله عليه وسلم

اللہ کی مخلوق میں سوائے نبی کریم ﷺ کے اور کوئی نہیں ہے جس کا قول قبول و ترک نا کیا جائے۔

(جامع بیان العلم وفضلہ 925/2 وسندہ صحیح)

حافظ ذہبی م748ھ رحمہ اللہ سیدنا امام مالک بن انس م179ھ رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

كُلُّ أَحَدٍ يُؤْخَذُ مِنْ قَوْلِه، وَيُتْرَكُ، إِلاَّ صَاحِبَ هَذَا القَبْرِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہر ایک شخص کا قول قبول بھی کیا جاسکتا ہے اور ترک بھی کیا جاسکتا ہے سوائے ان صاحب قبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے۔
(آپ نے روضہ رسول ﷺ کی طرف اشارہ فرمایا)

(کتاب سیر إعلام النبلاء - ط الرسالة 93/8)

کچھ قصہ گو واعظین اور ان کی معاونت کرنے والوں کے بارے میں

سلطان المحدثین امام ملا علی قاری الحنفی م1014ھ رحمہ اللہ امام الحافظ زین الدین عراقی م806ھ رحمہ اللہ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں:

قَالَ الْحَافِظ زين الدّين الْعِرَاقِيّ فِي كِتَابه الْمُسَمّى ب الْبَاعِث على الْخَلَاص من حوادث الْقصاص ثمَّ إِنَّهُم يَعْنِي الْقصاص ينقلون حَدِيثه على التَّسْلِيم من غير معرفَة بِالصَّحِيحِ والسقيم قَالَ وَإِن اتّفق أَنه نقل حَدِيثا صَحِيحا كَانَ آثِما فِي ذَلِك لِأَنَّهُ ينْقل مَا لَا علم لَهُ بِهِ وَإِن صَادف الْوَاقِع كَانَ آثِما بإقدامه على مَا لَا يعلم قَالَ وَأَيْضًا فَلَا يحل لأحد مِمَّن هُوَ بِهَذَا الْوَصْف أَن ينْقل حَدِيثا من الْكتب بل وَلَو من الصَّحِيحَيْنِ مَا لم يقرأه على من يعلم ذَلِك من أهل الحَدِيث

حافظ زین الدین عراقی اپنی کتاب الباعث علی الخلاص من حوادث القصاص میں فرماتے ہیں۔ پھر یہ لوگ یعنی قصہ گو واعظین رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو نقل کرتے ہیں حالانکہ انہیں صحیح اور سقیم کی پہچان بھی نہیں ہوتی۔ فرماتے ہیں اگر وہ کسی صحیح حدیث کو اتفاقاً نقل بھی کریں تب بھی وہ اس میں گناہ گار ہوں گے۔ کیونکہ وہ تو وہ چیز نقل کر رہے ہیں۔ جس کا انہیں علم نہیں۔ اگر وہ واقعہ کے مطابق ہو۔ جب بھی وہ گناہ گار ہوں گے۔ کیونکہ وہ تو ایک ایسے فعل کا اقدام کر رہے ہیں۔ جسے وہ جانتے بھی نہیں۔

آگے چل کر فرماتے ہیں۔ جو لوگ اس وصف کے ساتھ موصوف ہوں، ان کے لئے یہ بھی حلال نہیں کہ وہ کتابوں میں سے بھی کسی حدیث کو نقل کریں چاہے وہ بخاری و مسلم کی حدیث کیوں نہ ہو جب تک کسی محدث سے اس کی تعلیم حاصل نہ کریں۔

مزید فرماتے ہیں:

قَالَ الزين الْعِرَاقِيّ وَمن آفَات الْقصاص أَن يحدثوا كثيرا من الْعَوام بِمَا لَا تبلغه الْعُقُول والأفهام فبلغوا فِي الاعتقادات السِّيئَة هَذَا لَو كَانَ صَحِيحا فَكيف إِذا كَانَ بَاطِلا

زین الدین العراقی فرماتے ہیں اور قصہ گو کی آفتوں میں سے ایک آفت یہ بھی ہے کہ وہ عوام سے اکثر ایسی احادیث بیان کرتے ہیں جہاں تک نہ تو عقل پہنچ سکتی ہے اور نہ فہم اس کا ادراک کر سکتا ہے۔ تو عوام برے عقائد میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ یہ روایات اگر صحیح ہوتیں تو لوگ اعتقادات باطل میں کیوں مبتلا ہوتے۔

(کتاب الأسرار المرفوعة فی الأخبار الموضوعة ص 44/ص 65)

حافظ زین الدین عراقی رحمہ اللہ کے کلام سے درج ذیل باتیں واضح ہوئیں:

❶ جو بندہ صحیح اور ضعیف حدیث میں فرق کرنا نہیں جانتا اس کے لیے یہ بھی حلال نہیں کہ وہ بخاری اور مسلم سے بھی حدیث بیان کرے

❷ اور اگر وہ ایسا کرتا ہے تو اس کو ثواب نہیں بلکہ گناہ ملے گا

❸ انہی قصہ گو واعظین کی وجہ سے عوام برے عقائد میں مبتلا ہوتی ہے کیونکہ یہ ایسے قصے بیان کرتے ہیں جنہیں عوام کی عقلیں قبول نہیں کرتی جیسا کہ زیر بحث روایت جسکو اسماعیل بن مثنیٰ الواعظ قصہ گو نے وضع کیا ہے جس کی مکمل تفصیل آپ آگے رسالے میں پڑھیں گے اس روایت کا متن بھی انتہائی رکیک ہے جیسا کہ اس روایت کے متن میں آپ پڑھیں گے کہ اس میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو شہر کی چھت قرار دیا گیا ہے جب کہ ہر عام اور خاص اس بات سے واقف ہے کہ کسی شہر کی چھت نہیں ہوا کرتی۔

امام ملا علی قاری رحمہ اللہ امام الحافظ ابو الفرج عبد الرحمن ابن الجوزی م 597ھ رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:

وَقَالَ ابْن الْجَوْزِيّ وَقد صنف بعض قصاص زَمَاننَا كتابا فَذكر فِيهِ أَن الْحسن وَالْحُسَيْن دخلا على عمر وَهُوَ مَشْغُول ثمَّ انتبه لَهما فَقَامَ وقبلهما ووهب لكل وَاحِد مِنْهُمَا ألفا فَرَجَعَا فأخبرا أباهما فَقَالَ

سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامِ يَقُول عمر نور الْإِسْلَامِ فِي الدُّنْيَا وسراج أهل الْجنَّة فِي العقبى فَرَجَعَا إِلَى عمر فحدثاه فاستدعى دَوَاة وَكتب حَدثنِي سيدا شُبَّان أهل الْجنَّة عَن أَبِيهِمَا عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسلم أَنه قَالَ كَذَا وَكَذَا فأوصى أَن يَجْعَل فِي كَفنه فَفعل ذَلِك فَأَصْبحُوا وَإِذا القرطاس على الْقَبْر وَفِيه صدق الْحسن وَالْحُسَيْن وَصدق أَبوهُمَا وَصدق رَسُول الله قَالَ وَالْعجب من هَذَا الَّذِي بلغت بِهِ الوقاحة إِلَى أَن يصنف مثل هَذَا وَمَا كَفاهُ حَتَّى عرضه على كبار الْفُقَهَاء فَكَتَبُوا عَلَيْهِ عَلَيْهِ تصويب هَذَا التصنيف

حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ کہتے ہیں ہمارے دور کے بعض قصہ گو نے ایک کتاب لکھی ہے اس میں یہ ذکر ہے کہ امام حسن و حسین علیہما السلام سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور وہ مشغول تھے جب وہ دونوں کی جانب متوجہ ہوئے تو اٹھ کر ان دونوں کو پیار کیا اور ہر ایک کو ایک ایک ہزار درہم دیے تو انہوں نے لوٹ کر اپنے والد کو بتایا تو مولا علی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھا۔ عمر دنیا میں اسلام کا نور ہیں اور عقبہ میں اہل جنت کے چراغ ہوں گے۔ وہ دونوں عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لوٹ آئے اور حضرت عمر سے یہ حدیث بیان کی حضرت عمر نے دوات اور کاغذ مانگا کر یہ حدیث لکھیں کہ مجھ سے جنتی جوانوں کے سرداروں نے اپنے والد کے واسطے سے رسول اللہ سے یہ حدیث بیان کی..... پھر وصیت کی کہ اسے میرے کفن میں رکھا جائے لوگوں نے ایسا ہی کیا جب دفن ہونے کے بعد صبح آئی تو قبر پر ایک کاغذ رکھا ہوا تھا جس میں تحریر تھا کہ حسن و حسین نے بھی سچ کہا اور رسول اللہ ﷺ نے بھی سچ فرمایا۔ امام ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں تعجب تو اس شخص پر ہے جو اتنی بے حیائی کے درجے کو پہنچ چکا ہو کہ اس قسم کی کتاب لکھے اور اس سے زیادہ بے حیائی اور کیا ہو گی؟؟ کہ جب اسے کبار فقہاء کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے اس کو صحیح قرار دیا۔

(کتاب الأسرار المرفوعة في الأخبار الموضوعة ص 60)

آج کے دور میں بھی ایسا ہی ہو رہا ہے مفتی حسان عطاری اور ان جیسے دیگر کئی علماء جھوٹی منگھڑت روایات کو نا صرف بیان کرتے ہیں بلکہ کرنے کی ترغیب بھی دیتے ہیں اور مفتی صاحب کو تو اللہ ہدایت عطا فرمائے آپ نے تو ہر منگھڑت روایت کو ضعیف بنا کر عوام میں مشہور کرنے کا ٹھیکہ اٹھایا ہوا ہے حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ کی طرح ہمیں بھی ان لوگوں پر سخت تعجب ہوتا ہے یقیناً یہ لوگ اللہ اور اسکے رسول ﷺ کو جواب دے ہیں۔

امام ابن قتیبہ دینوری م276ھ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الْقُصَّاصُ عَلَى قَدِيمِ الْأَيَّامِ، فَإِنَّهُمْ يُمِيلُونَ وُجُوهَ الْعَوَامِّ إِلَيْهِمْ وَيَسْتَدِرُّونَ مَا عِنْدَهُم: بِالْمَنَاكِيرِ، وَالْغَرِيبِ، وَالْأَكَاذِيبِ مِنَ الْأَحَادِيثِ. وَمِنْ شَأْنِ الْعَوَامِّ، الْقُعُودُ عِنْدَ الْقَاصِّ. مَا كَانَ حَدِيثُهُ عَجِيبًا، خَارِجًا عَنْ فِطَرِ الْعُقُولِ، أَوْ كَانَ رَقِيقًا يُحزِنُ الْقُلوبَ، وَيَستَغزِرُ الْعُيونَ۔

قصہ گو واعظین عجیب وغریب من گھڑت اور منکر روایات کے ذریعے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں اور لوگ بھی ایسے ہی لوگوں کے بیان کو پسند کرتے ہیں جس کی باتیں عجیب اور انوکھی ہوں، عقل سے بالاتر باتیں کریں یا ایسی من گھڑت باتیں جو دلوں کو نرم کرنے والی ہوں۔۔۔

(تأویل مختلف الحدیث لابن قتیبۃ ص255 دار الفکر)

موضوع احادیث کا فتنہ

الإمام الأوحد، البحر، ذو الفنون والمعارف المجتهد حافظ ابن حزم اندلسی م456ھ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَأَمَّا الْوَضْعُ فِي الْحَدِيثِ فَبَاقٍ مَا دَامَ إِبْلِيسُ وَأَتْبَاعُهُ فِي الْأَرْضِ۔

اور اس وقت تک وضعِ حدیث (کا فتنہ) باقی رہے گا، جب تک ابلیس اور اُس کے پیروکار رُوئے زمین پر موجود ہیں۔

(کتاب المحلی بالآثار 499/7)

یعنی شیطان اور اُس کے چیلوں کی وجہ سے جھوٹی روایات گھڑنے اور ان کے پھیلانے کا فتنہ قیامت تک باقی رہے گا، لہٰذا ہر انسان کو اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہئے اور اپنی خیر منانی چاہئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کا ٹھکانا جہنم مقرر کر دیا گیا ہو اور بندہ اپنے آپ کو بڑا نیک، جنتی، مبلغ اور عظیم سکالر شیخ الحدیث وغیرہ سمجھتا رہے!

خاتم الحفاظ امام جلال الدین سیوطی م 911ھ رحمہ اللہ نے بسند صحیح نقل کیا۔

عَن جَعْفَر بن سُلَيْمَان قَالَ سَمِعت الْمهْدي يَقُول اقر عِنْدِي رجل من الزَّنَادِقَة أَنه وضع أَرْبَعمِائَة حَدِيث فَهِيَ تجول فِي أَيدي النَّاس

جعفر بن سلیمان نے کہا کہ میں نے مہدی کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میرے سامنے ایک زندیق نے اقرار کیا کہ اس نے چار سو حدیثیں وضع کیں جو لوگوں میں مشہور ہیں۔

(کتاب تحذیر الخواص من إکاذیب القصاص ص 163)

اس سے معلوم ہوا کہ منگھڑت روایات عوام میں مشہور ہوتی ہیں لہذا یہ کوئی دلیل نہیں ہوتی کہ فلاں روایت کو تو درجنوں علماء نے بیان کیا درجنوں محدثین نے بیان کیا روایت کا مشہور ہونا اس کے منگھڑت ہونے کے منافی نہیں۔

امام ابو عبد اللہ الحاکم نیشاپوری م 405ھ رحمہ اللہ امام سلیمان بن حرب رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

قَالَ دَخَلْتُ عَلَى شَيْخٍ وَهُوَ يَبْكِي فَقُلْتُ مَا يُبْكِيكَ قَالَ وَضَعْتُ أَرْبَعَمِائَةِ حَدِيثٍ وَأَدْخَلْتُهَا فِي بارنامج النَّاسِ۔۔۔

میں ایک بوڑھے شخص کے پاس گیا جب وہ رو رہا تھا میں نے اس سے پوچھا تمہیں کس چیز نے رلایا؟؟ اس نے کہا میں نے 400 احادیث وضع کیں اور انہیں لوگوں میں مشہور کر دیا۔۔

(المدخل إلی کتاب الإکلیل ص 53 وسندہ صحیح)

اس تحریر کو لکھنے کا مقصد حدیث (أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَأَبُو بَكْرٍ أَسَاسُهَا وَعُمَرُ حِيطَانُهَا وَعُثْمَانُ سَقْفُهَا وَعَلِيٌّ بَابُهَا) کو ضعیف کہنے والوں کو منہج محدثین کی طرف توجہ دلانا ہے اور ان کے دلائل کا اصولی و تحقیقی رد کرنا ہے کسی کی تذلیل و تنقیص مقصد نہیں۔

روایت: أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَأَبُو بَكْرٍ أَسَاسُهَا وَعُمَرُ حِيطَانُهَا وَعُثْمَانُ سَقْفُهَا وَعَلِيٌّ بَابُهَا

یعنی میں علم کا شہر ہوں ابو بکر اس کی بنیاد ہیں عمر اس کی دیواریں ہیں عثمان اسکی چھت اور علی اس کا دروازہ رضی اللہ عنھم

جیسا کہ بتایا گیا کہ یہ روایت موضوع (منگھڑت) ہے مگر کچھ لوگ اس کو ضعیف ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں جیسے کہ یہ عقائد کے باب میں استعمال ہو رہی ہے یا فضیلت خلفائے راشدین میں واحد ایک یہی روایت ہے انہی لوگوں میں سر فہرست مفتی حسان عطاری صاحب ہیں جنہوں نے اس روایت کو ضعیف ثابت کرنے کے لئے اصول اور منہج محدثین سے کھلی بغاوت کی۔ انشاءاللہ ہم اس روایت کو ضعیف ثابت کرنے کے لیے انکی طرف سے دیے جانے والے تمام دلائل کا اصولی و تحقیقی رد کریں گے ۔

توجو اسکو ضعیف کہتے ہیں ان سے ہمارا مطالبہ اور پھر اسکے موضوع ہونے پہ دلائل

ہمارا جائز مطالبہ اس کو ضعیف کہنے والوں سے یہ ہے کہ اس روایت کی سند پیش کی جائے کیونکہ سند ہی دین ہے۔

امام الحافظ ابن حبان م354ھ رحمہ اللہ، حافظ ابن حزم ظاہری م456ھ رحمہ اللہ، امام ابن قتیبہ الدینوری م276ھ، اور امام جمال الدین مزی م742ھ رحمہ اللہ نے فرمایا:

یہ امت محمدیہ ﷺ کا خاصہ ہے کہ اس میں کوئی بھی بات بغیر سند کے نہیں یہ شرف کسی دوسری امت کو حاصل نہیں۔

(تہذیب الکمال فی إسماء الرجال مؤسسۃ الرسالۃ 1/177)

(الفصل فی الملل والنحل مؤسسۃ الرسالۃ 1/70)

❶ خاتم الحفاظ امام جلال الدین سیوطی حافظ ابو بکر محمد بن خیر م 575ھ رحمہا اللہ تعالیٰ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

إِنَّ الْحَافِظَ أَبَا بَكْرٍ مُحَمَّدَ بْنَ خَيْرِ بْنِ عُمَرَ الأَمَوِيِّ اتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلَى أَنَّهُ لَا يَصِحُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَقُولَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَا حَتَّى يَكُونَ عِنْدَهُ ذَلِكَ الْقَوْلُ مَرْوِيًّا ... لِقَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔

فرماتے ہیں کہ حافظ ابو بکر محمد بن خیر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس پر علمائے (محدثین) کا اتفاق ہے کہ کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ کہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا... فلاں فلاں... جب تک کہ اس کے پاس وہ قول (کسی سند سے) مروی نہ ہو کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے

(کتاب تدریب الراوی 164/1)

(کتاب فتح المغیث 84/1)

یعنی بلجزم کسی بھی روایت کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف تب ہی کی جاسکتی ہے جب وہ باسند ہو اور آپ اسے باسند بیان کریں اگر اس کی سند حذف کر کے بیان کرنا چاہتے ہیں تو صرف وہی روایت بلجزم بیان کی جائے گی جو صحیح یا حسن ہو ضعیف روایات بصیغہ تمریض بیان کیں جائیں گی اس بات کی مکمل وضاحت حافظ صلاح الدین ابن صلاح م 643ھ رحمہ اللہ نے اپنی اصول حدیث کی مشہور و معروف کتاب میں کی ملاحظہ ہو:

إذا أردتَ رِوَايَةَ الحديثِ الضعيفِ بغَيْرِ إسْنادٍ فَلاَ تَقُلْ فيهِ: ((قَالَ رسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم كَذا وكَذا))، وما أشْبَهَ هَذا مِنَ الألْفَاظِ الجازِمةِ بأنَّهُ صلى الله عليه وسلم قَالَ ذَلِكَ، وإنَّمَا تقُولُ فيهِ: ((رُوِيَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم كَذَا وكَذَا، أوْ بَلَغَنا عَنْهُ كَذا وكَذا، أوْ وَرَدَ عَنهُ، أوْ جَاءَ عَنهُ، أوْ رَوَى بَعْضُهُمْ))، ومَا أشْبَهَ ذَلِكَ وهَكَذا الحُكْمُ فيما تَشُكُّ في صِحّتِهِ وضَعْفِهِ، وإنَّمَا تَقُولُ: ((قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم))، فيما ظَهَرَ لَكَ صِحَّتُهُ بطريقِهِ الذي أوْضَحْنَاهُ أوّلاً، واللهُ أعلمُ۔

جب تم کوئی ضعیف حدیث بغیر سند کے بیان کرنا چاہو تو اس میں یوں مت کہو" قال رسول اللہ ﷺ کذا وکذا" (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ایسا فرمایا ہے) یا اس کے مشابہ ایسی تعبیر جس میں اس بات کا جزم ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو فرمایا ہے اور تم تو اس میں صرف یہ کہو گے کہ "روي عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذا وکذا" (کہ رسول اللہ ﷺ سے یوں یوں منقول ہے) یا" بلغنا عنہ کذا وکذا" (کہ رسول اللہ ﷺ سے ہمیں اس اس طرح کی بات پہونچی ہے) یا "ورد عنہ" یا "جاء عنہ" (کہ آپ ﷺ سے یہ بات وارد ہے) یا "روی بعضھم" (کہ بعض لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات روایت کی ہے) اور اس کے مشابہ الفاظ اور یہی حکم ہے ان احادیث کے متعلق کہ جن کی صحت وضعف میں آپ کو شک ہو اور" قال رسول اللہ ﷺ" (جیسی جزم کی تعبیر) تو صرف اس صورت میں آپ کہیں گے جب کہ حدیث کی صحت آپ پر اس طریقے سے واضح ہو جائے جس کو ہم نے پہلے بیان کیا ہے، واللہ اعلم۔

(کتاب مقدمۃ ابن الصلاح معرفۃ إنواع علم الحدیث ت الفحل والھمیم ص211)

(کتاب تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی ص350)

اس اصول کو امام نووی، امام جلال الدین سیوطی، امام سراج الدین بلقینی، امام زین الدین عراقی، امام ابن کثیر، امام ابن ملقن، امام بدر الدین زرکشی رحمھم اللہ جیسے جلیل القدر محدثین کرام نے بھی بیان کیا ہے۔

لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ اس شرط پر بڑے بڑے گدی نشین مفتیان اور علماء بھی عمل نہیں کرتے یہ لوگ ضعیف روایات تو چھوٹی بات ہے جھوٹی روایتوں کو بھی نبی پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف بلجزم منسوب کر کے بیان کرتے ہیں محدثین نے تو یہاں تک کہا ہے کہ جس حدیث کی صحت میں ہمیں شک ہو ہم اس کو بھی نبی پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف بلجزم منسوب نہیں کر سکتے جبکہ ہمارے ہاں حالت یہ ہے کہ لوگوں کو حدیث کی صحت کا علم ہی نہیں ہوتا اور وہ اس کو نبی پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف بلجزم منسوب کر رہے ہوتے ہیں۔

2 مشہور تابعی امام ہشام بن عروۃ رحمہ اللہ (م146ھ) فرماتے ہیں:

قال ھشام بن عروۃ: إذا حدثك رجل بحديث فقل عمن ھذا؟

جب آپ کو کوئی شخص حدیث بیان کرے تو آپ اس سے پوچھیں کہ یہ کس کی بیان کردہ ہے؟یعنی اسکی سند کیا ہے۔

(الجرح والتعدیل لابن إبي حاتم: 2/34 وسندہ صحیح)

3 ناصر الحدیث سیدنا امام محمد بن ادریس شافعی الہاشمی م204ھ رحمہ اللہ نے فرمایا:

جو شخص حجت دلیل اور سند کے بغیر علم طلب کرتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے رات میں لکڑیاں اکٹھی کرنے والا جو لکڑیاں اٹھا کر لے جارہا ہے جن میں زہریلا سانپ ہے جو اسے ڈس لے گا اور اسے پتا بھی نہیں ہو گا

(المدخل الیٰ کتاب الاکلیل للحاکم ص 28 وسندہ صحیح)

4 امام عبد اللہ بن المبارک المروزی رحمہ اللہ (م181ھ) نے فرمایا:

"الإسناد من الدين، ولو لا الإسناد لقال من شاء ما شاء"

اسناد دین میں سے ہیں اور اگر سندیں نہ ہوتیں تو جو شخص جو کچھ چاہتا کہتا

(مقدمہ صحیح مسلم ترقیم دارالسلام:-32 وسندہ صحیح)

5 حافظ ابو نصر عبید اللہ بن سعید بن حاتم الوائلی السجزی الحنفی رحمہ اللہ (متوفی444ھ) نے فرمایا:

"فكل مدع للسنة يجب أن يطالب بالنقل الصحيح بما يقوله فإن أتى بذلك علم صدقه وقبل قوله ---"

پس ہر شخص جو سنت ماننے کا مدعی ہے یہ ضروری ہے کہ وہ جو کہتا ہے اُس کے بارے میں اُس سے صحیح سند کا مطالبہ کیا جائے پھر وہ اگر یہ صحیح سند پیش کر دے تو اس کی سچائی معلوم ہو جاتی ہے اور اس کی بات قبول کی جاتی ہے۔--

(رسالۃ السجزی الیٰ اھل زبید فی الرد علیٰ من انکر الحرف والصوت ص 146)

(نوٹ): یہاں ہم نے اختصار سے ذکر کیا ہے اسناد کی اہمیت کے حوالے سے تفصیل کے لئے درج ذیل کتابوں کی طرف رجوع کریں۔

❶الإسناد عند المحدثين الدلالة التاريخ المنهج

❷الإسناد من الدين وصفحة مشرقة من تاريخ سماع الحديث عند المحدثين

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں

① ہر روایت اور ہر حوالے کے لئے صحیح ومقبول سند پیش کرنی چاہئے۔

② بے سند روایت اور بے سند حوالہ مردود ہوتا ہے۔

اب سب سے پہلے تو جو مفتی حسان عطاری صاحب کی جانب سے ضعیف ثابت کرنے کے لئے فضول قسم کے بچکانہ دلائل پیش کیے گئے ہیں ان کا رد

❶ سب سے پہلی دلیل امام ابن حجر الہیتمیؒ کی دی گئی ہے کہ انہوں نے فتاوی حدیثیہ میں اس کو ضعیف کہا ہے!! تو امام ابن حجر ہیتمیؒ کے مقلدین سے ہمارا یہ مطالبہ ہے کہ انہوں نے کس دلیل کی بنا پر اس کو ضعیف کہا ہے؟؟ ایسی کونسی علت ہے جس کی وجہ سے انہوں نے اس کو ضعیف کہا اور اگر ان کا ضعیف کہہ دینا ہی پتھر کی لکیر ہے تو ایسی 60 موضوع روایات "مستدرک للحاکم" میں موجود ہے جن کو موضوع امام ذہبی رحمہ اللہ نے کہا اور ان کو صحیح الاسناد بلکہ بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح امام حاکم رحمہ اللہ نے کہا تو ان کو صحیح مانو گے؟؟ کیا کسی محدث کے بغیر دلیل کے کسی روایت کو ضعیف کہہ دینے سے وہ ضعیف ہو جائے گی؟؟ اگر

محدث کا کسی روایت پر جرح کر دیناہی پتھر پر لکیر ہو تا تو خاتم الحفاظ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ کی کتاب "الموضوعات" پر "التعقبات علی الموضوعات" نہ لکھتے۔

ابن حجر ہیتمی کا اس روایت پر یہ کلام مبہم ہے انھوں نے ضعیف کہنے کی وجہ نہیں بتائی جب کہ اس کو موضوع کہنے کی وجہ بالکل صاف اور روز روشن کی طرح عیاں ہیں جو کہ آگے آئے گی۔

اور اگر پھر بھی امام ابن حجر ہیتمیؒ کا حکم ماننا ہے تو فن رجال کے امام الائمہ امام جرح و تعدیل امام یحیی بن معین رضی اللہ عنہ امام ابن حجر ہیتمی سے بڑے محدث اور متقدم ہیں تو انہوں نے تو حدیث (أنا مدينة العلم وعلي بابها) کو واضح طور پر جھوٹ کہاہے تو آپ ان کا حکم اس حدیث پر کیوں نہیں مانتے؟ فتاوی حدیثیہ کے اسی صفحے کو پڑھ لیجئے ہم انکا حکم اس لئے نہیں مانتے کیونکہ ان کا اس حدیث پر یہ کلام مبہم ہے انہوں نے جھوٹ کہنے کی وجہ نہیں بتائی ہے لہذاامام ابن حجر ہیتمی کا بھی اس کو ضعیف کہنا مبہم ہے لہٰذا یہ ان کا واضح تسامح ہے اور یہ بھی عین ممکن ہے کہ امام ابن حجر ہیتمی تک اس کے موضوع ہونے کی وجہ نہ پہنچی ہو لیکن جب آپ کے سامنے آیاں ہے تو آپ ضد نہ کریں۔

کیا کسی محدث کا کسی حدیث پر حکم ہمارے لئے پتھر پر لکیر ہو تاہے ؟؟؟

ایساہر گز نہیں ہے اصول حدیث کی کتب میں یہ اصول لکھاہوا ہے کہ کسی محدث کا کسی حدیث کو صحیح کہہ دینے سے بھی اس کا صحیح ہونالازم نہیں ملاحظہ ہو:

امام تقی الدین ابن صلاح رحمہ اللہ نے واضح طور پر فرمایاہے:

کہ محدثین کا کسی حدیث کو صحیح الاسناد، حسن الاسناد کہنے سے مراد یہ نہیں ہو تا کہ وہ حدیث ہی صحیح ہو بلکہ اس میں شذوذ یا علت قادح باقی رہتاہے

(مقدمہ ابن الصلاح ص109)

توجب محدثین کے صحیح کہنے سے بھی حدیث کا صحیح ہونالازم نہیں تو ابن حجر ہیتمی یا کسی دوسرے محدث کے کسی حدیث کو بغیر کسی دلیل کے ضعیف کہہ دینے سے پتھر پر لکیر کیسے ہوگئی؟؟

❷ دوسری اور تیسری دلیل کا جواب یہی دے دیتاہوں کہ بقول مفتی حسان عطاری صاحب کے حافظ نجم الدین رحمہ اللہ نے اس حدیث کو شدید ضعیف وواھی۔۔۔اور شمس الدین سخاوی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف کہا۔

تو عرض یہ ہے کہ انہوں نے اس حدیث پر خاص حکم نہیں لگایابلکہ مطلقاً تمام پر لگایاہے انہوں نے اس باب میں مروی کچھ روایات ذکر ہیں جو مختلف متون سے مروی تھیں پھر ان تمام کارد کیاسوائے ایک کہ اور وہ ہی اصل حدیث کا متن ہے یعنی(میں علم کا شہر ہوں اور علی علیہ السلام اسکا دروازہ ہیں اسکو حسن قرار دیا)اس لیے انہوں نے مطلقاً حکم اس متن کے علاوہ جو اسی باب میں دوسرے متون مروی ہیں ان پر لگایاامام سخاوی رحمہ اللہ کے کلام سے واضح ہے:

وبالجملة فكلها ضعيفة

حاصل یہ کہ یہ ساری ضعیف ہیں۔

(اور یہ اصول اہل علم پر مخفی نہیں کہ "**بالجملة** "کثرت کے لئے استعمال ہوتا ہے جس سے واضح ہے کہ انہوں نے اس پر خاص حکم نہیں لگایالہذا انکی تضعیف ضمنی اس کو موضوع ہونے سے خارج نہیں کرتی)

پھر یہ کہ اگر وہ اس خاص روایت کو اگر ضعیف کہ بھی دیتے تو ہمارے لئے حجت نہیں کیونکہ ہمارے سامنے موضوع ہونے کی وجوہات اور دلائل واضح ہیں۔

اسی طرح حافظ نجم الدین غزی رحمہ اللہ کا کلام ہے۔

كلها ضعيفة واهية

مفتی موصوف کی طرف سے اس کا ترجمہ کیا گیا ہے کہ "یعنی یہ سب شدید ضعیف حدیثیں ہیں"

اب نہ تو امام سخاوی کا کلام مفتی صاحب کی دلیل بن رہاہے اور نہ ہی حافظ نجم الدین رحمہما اللہ تعالیٰ کا کیونکہ امام سخاوی نے خاص اس روایت پر حکم نہیں لگایااور حافظ نجم الدین اس کو شدید ضعیف کہتے ہیں بقول مفتی صاحب کے جنہوں نے اس روایت کو صرف ضعیف کہاہے۔

شدید ضعیف وواھی روایت اصول محدثین کی روشنی میں فضائل میں بیان نہیں کر سکتے لہذا حافظ نجم الدین رحمہ اللہ کا کلام مفتی صاحب کے مخالف ہے نہ کہ ان کی تائید میں ۔

جیسا کہ اصول بلکل واضح ہے کہ فضائل میں ضعیف حدیث بیان کرنے کی پہلی شرط ہی یہ ہے۔

أَنْ يَكُونَ الضَّعْفُ غَيْرَ شَدِيدٍ، ۔۔۔ نَقَلَ الْعَلَائِيُّ الِاتِّفَاقَ عَلَيْهِ۔

اس حدیث کا ضعف شدید نہ ہو۔۔۔ امام صلاح الدین علائی رحمہ اللہ نے اس شرط پر محدثین کا اتفاق لکھا ہے۔

(کتاب تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی ص351)

جبکہ اس روایت کو بقول حسان عطاری صاحب امام نجم الدین غزی رحمہ اللہ نے شدید ضعیف قرار دیا ہے۔

امام سخاوی رحمہ اللہ کے کلام کا جواب دیا جا چکا ہے کہ انہوں نے خاص اس روایت پر حکم نہیں لگایا۔

❶ جیسے کوئی محدث اور اکثر ابن الجوزی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ وہ حسن یا حسن لغیرہ یا ضعیف یا موضوع کچھ بھی ہو سکتی ہے اسی طرح تمام اسناد پر مطلقاً ضعیف کا حکم اس کو موضوعیت سے خارج نہیں کرتا جیسے ابن جوزی کا لا یصح اس کو موضوع ہونے سے خارج نہیں کرتا۔

❷ اسی طرح امام حاکم رحمہ اللہ نے مستدرک میں احادیث پر بخاری مسلم کی شرط پر صحت کا حکم لگایا جب کہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے تعاقب کرتے ہوئے اس کو موضوع کہا تو امام حاکم کا صحت کا حکم لگانے سے بھی وہ روایت موضوع ہونے سے خارج نہیں ہوئی۔

امام حاکم نیشاپوری کی تصحیح کردہ احادیث جن پر امام ذہبی رحمہ اللہ نے واضح طور پر منگھڑت ہونے کا حکم لگایا ان کے لئے امام ذہبی کی کتاب "موضوعات من مستدرك الحاكم للذهبي" کا مطالعہ کریں ان شاء اللہ آفاقہ ہو گا۔

اور اگر بالفرض غلط آپ کی بات مان بھی لیں کہ انہوں نے اس کو ضعیف کہا ہے تو ان کا اس کو ضعیف کہنا جبکہ موضوع ہونے کی دلیل واضح طور پر موجود ہے مردود ہے۔

3 جہاں تک امام عجلونی رحمہ اللہ کی بات رہی تو انہوں نے پچھلوں کا کلام نقل کیا... اور ان کی تقلید کی جیسا کہ ان کی عبارت سے واضح ہے اور پچھلوں کے کلام کا تفصیلی جواب میں دے چکا ہوں۔

4 پھر مفتی حسان عطاری صاحب کہتے ہیں کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے "**مرقاۃ المفاتیح**" میں اس روایت کو نقل کیا۔

تو عرض یہ ہے کہ کیا ملا علی قاری نے کہیں یہ شرط لگائی ہے کہ وہ اپنی کتاب میں کوئی موضوع روایت نقل نہیں کریں گے ؟؟ یہاں تو جن آئمہ نے صرف صحیح احادیث لانے کی شرط لگائی ہے انکی کتابوں میں بھی موضوع روایات موجود ہیں جیسا کہ مستدرک للحاکم کا تذکرہ اوپر گزرا ملا علی قاری نے تو ایسی کوئی شرط بھی نہیں لگائی اور پھر ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اس پر سکوت اختیار کیا کوئی حکم نہیں لگایا اور ان کا سکوت اس کو موضوع ہونے سے خارج نہیں کرتا. کیونکہ ایسے تو درجنوں محدثین نے جھوٹی روایات کو اپنی کتابوں میں نقل کر رکھا ہے جو مقام و مرتبہ میں ملا علی قاری سے کئی گناہ بڑے ہیں تو کیا وہ تمام روایات غیر موضوع ہو جائیں گی ان کے نقل کر دینے سے ؟؟

امام سلیمان بن احمد طبرانی م360ھ رحمہ اللہ کو کون نہیں جانتا؟؟ طویل عمر پانے والے عظیم ثقہ ثبت درجنوں کتابوں کے مصنف امام انکی معجم ثلاثہ میں بھی کثیر موضوع روایات ہیں لہذا ان پر اعتراض ہوا اسماعیل بن محمد بن فضل تیمی اصبھانی م535ھ رحمہ اللہ نے ان کے افراد و غرائب پر مشتمل حدیثوں کو جمع کرنے پر نکتہ چینی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان حدیثوں میں نکارت پائی جاتی ہے اور یہ موضوع ہونے اور طعن و قدح سے خالی نہیں ہیں۔

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی نے اصبھانی کے مذکورہ بالا اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے:

"افراد و غرائب جمع کرنے کا معاملہ صرف طبرانی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، اکثر قدیم محدثین کا یہی حال تھا کہ وہ تفرد کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے تھے اور اپنی ذمہ داری سے برأت کے لیے احادیث کو ان کی اصل سندوں کے ساتھ بیان کرنے پر اکتفا کرتے تھے۔"

دیکھئے (کتاب لسان المیزان 75/3 ترجمہ الطبرانی)

حافظ کے کلام سے یہ بات معلوم ہوئی کہ بہت سے محدثین صرف روایات کو نقل کر دیناہی اپنی زمداری سمجھتے تھے اور تحقیق کا کام بعد والوں کے سپرد کر دیتے تھے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے یہ نہیں کہا کہ امام طبرانی اتنے بڑے امام ہیں وہ موضوع روایت کیسے نکل کر سکتے ہیں انہوں نے روایت نقل کر دیں تو موضوع نہیں ہوئی وغیرہ وغیرہ جیسے کہ فضول قسم کی دلائل حسان عطاری صاحب دے رہے ہیں من گھڑت روایت کے دفاع میں۔ اور پھر یہ کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ جیسے متاخر بزرگ کے لئے ہر ہر روایت کی تحقیق کرنا بھی کوئی ممکن امر نہیں لہذا عین ممکن ہے کہ انکی اس روایت پر سرے سے کوئی تحقیق ہی نا ہو اس لئے انہوں نے صرف نقل کر کے سکوت کرنے پر اکتفاء کیا کہ بعد والے خود ہی تحقیق کر لیں گے۔

لہذا صرف ملا علی قاری کا نقل کر دینا اور پھر اس پر سکوت اختیار کرنا یہ کوئی دلیل نہیں کہ روایت موضوع نہیں بلکہ اگر ملا علی قاری اس کو ضعیف کہہ بھی دیتے تب بھی اس روایت کے موضوع ہونے کی دلیل جبکہ واضح ہے تو یہ موضوع ہی کہلائے گی۔

5 اب آتی ہے بات حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ کی ابن عساکر کے حوالے سے خود حسان عطاری صاحب یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اس روایت کو "مسنداً" ذکر کیا ہے اس کے راوی اسماعیل بن علی بن مثنیٰ الواعظ پر سخت جروح موجود ہیں۔

① سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ابن عساکر رحمہ اللہ نے اس کو "مسنداً" ذکر نہیں کیا یہ مفتی حسان عطاری صاحب کی فحش خطاء ہے:

مسند حدیث کی تعریف محدثین کے نزدیک

فالحديث المسند هو الحديث الذي اتصل إسناده إلى صحابي إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم

مسند حدیث وہ حدیث ہے جس کا سلسلہ سند متصل ہو صحابہ کرام اور پھر نبی ﷺ تک

(مقدمة ابن الصلاح - النوع الرابع)

جب کہ زیر بحث روایت صحابہ یا نبی علیہ السلام تک متصل نہیں اسماعیل بن مثنیٰ نے اپنے اور نبی علیہ السلام کے درمیان واسطے ذکر نہیں کیئے جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

اسماعیل بن مثنیٰ الواعظ کذاب پر آئمہ کرام کی تفصیلی جروحات

② دوسری اور اہم بات یہ کہ جس راوی نے اس روایت کو بیان کیا ہے اسماعیل بن علی بن مثنیٰ استر آبادی جھوٹا واعظ اس کے بارے میں ائمہ جرح وتعدیل کیا فرماتے ہیں:

◈ امام الائمہ والمسلمین الشیخ الاکبر شیخ الاسلام الحافظ امام ابن حجر عسقلانی رضی اللہ عنہ:

إسماعيل يعظ بدمشق فقام إليه رجل فسأله عن حديث أنا مدينة العلم وعلي بابها فقال هذا مختصر وإنما هو أنا مدينة العلم وأبو بكر أساسها وعمر حيطانها وعثمان سقفها وعلي بابها قال فسألوه أن يخرج لهم إسناده فوعدهم به

ابن حجرؒ نے اسماعیل بن علی بن مثنی استر آبادی واعظ کذاب کے ترجمہ میں کہا ہے وہ جس وقت دمشق میں لوگوں کو موعظ کر رہا تھا ایک شخص اس کے پاس آیا اور اس سے حدیث (أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا) کے متعلق سوال کیا اسماعیل بن مثنیٰ نے کہا یہ مختصر حدیث ہے اور اس کی اصل اس طرح ہے (أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَأَبُو بَكْرٍ أَسَاسُهَا وَعُمَرُ حِيطَانُهَا وَعُثْمَانُ سَقْفُهَا وَعَلِيٌّ بَابُهَا) لوگوں نے اس سے کہا اپنی سند کو اس حدیث کے سلسلہ میں بیان کرے تو اس نے وعدہ کیا کہ (بعد میں بتاؤں گا)

(اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ اس روایت کو اس جھوٹے واعظ نے بیان کیا تو دوسرا یہ کہ اس نے اپنے اور نبی علیہ السلام کے درمیان واسطے ذکر نہیں کیئے)

(کتاب لسان المیزان 423/1)

اب اس کذاب اور یضع الحدیث کے بارے میں آئمہ کیا فرماتے ہیں ↓↓

①عبد الکریم السمعانی رحمہ اللہ نے اپنی "کتاب الأنساب" میں إسماعیل بن علي بن المثنی الأستر ابادي کے ترجمے میں کہا کہ یہ کذاب ابن کذاب ہے اور یہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے

(کتاب لسان المیزان 423/1)

(کتاب الأنساب للسمعانی 82/3)

②عبد العزیز النخشبی رحمہ اللہ نے کہا اسماعیل جھوٹے قصے بیان کرتا ہے اور اس کا چہرہ متقی اور پرہیز گار والا نہیں اور یہی بات رافع بن ابی عوانہ، ابی سعد بن ابی بکر اسماعیلی اور امام حاکم نیشاپوری اور ابو عبد الرحمن سلمی اور ابو فضل خزاعی وغیرہ نے کہی رحمہمُ اللہ تعالیٰ

(کتاب لسان المیزان 423/1)

③ابی نصر عبید اللہ بن سعید رحمہ اللہ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ یہ کذاب ابن کذاب (یعنی یہ خود بھی جھوٹا ہے اور اس کا باپ بھی جھوٹا تھا) ہے اور اس سے کچھ بھی (حدیث وغیر حدیث) نہیں لکھا جائے گا اور نہ ہی یہ کسی قسم کی کرامت (عزت و تعظیم) کے قابل ہے۔

مزید آگے چل کر اسکے کرتوت کو واضح کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں:

یہ خود متون گھڑ کر صحیح اسناد پر لگا دیتا تھا۔

(لسان المیزان 423/1)

④حافظ ابو فضل محمد بن طاہر المقدسی رحمہ اللہ امام الحافظ و ناقد رھاوی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:

الرهاوي يقول لما ظهر لأصحابنا كذب إسماعيل بن المثنى أحضروا جميع ما كتبوا عنه وشققوه ورموا به بين يديه

فرماتے ہیں جب ہمارے اصحاب کے سامنے اسماعیل بن مثنیٰ کا جھوٹ ظاہر ہو گیا تو انہوں نے جو کچھ اس سے لکھا تھا وہ سب لائے اور اسے پھاڑ کر پھینک دیا۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر 20/9)

اب جس ایک شخص نے اس کو بغیر سند کے بیان کیا وہ بھی کذاب حدیثیں گھڑنے والا مفتی حسان عطاری پر لازم ہے کہ وہ ثابت کریں کہ اس شخص کے علاوہ بھی کسی نے اس روایت کو بیان کیا ہے۔ وگرنہ منہج محدثین کے پرخچے نا کریں۔

یہاں تک مفتی موصوف نے جو اس منگھڑت روایت کے دفاع میں ایک تحریر لکھی تھی جسکا کچھ حصہ دعوت اسلامی والوں نے بھی اپنے فتوے میں درج کیا جو انہوں نے اس روایت کو ضعیف ثابت کرنے کے لئے دیا ہے ان فضول اور لایعنی دلائل کا رد مکمل ہوا اصول اور منہج محدثین کی روشنی میں۔

مفتی موصوف کا روایت اور راوی اسماعیل بن مثنیٰ الواعظ کے دفاع میں اپنی کتاب میں کلام کا تفصیلی رد

ابھی کچھ عرصہ پہلے مفتی حسان عطاری صاحب کی ایک کتاب نظر سے گزری " التحقيق المعتمد في رواية الكذاب و درجات السند " جہاں انہوں نے اس کتاب میں انتہائی خیانت اور اصول محدثین سے کھلی بغاوت اور نفس پرستی اور شخصیت پرستی کا ثبوت دیا ہے جسکا ہم علیحدہ سے تفصیلی رد کریں گے وہیں موصوف نے اس کتاب میں بھی اس روایت کو ضعیف ثابت کرنے کے لئے دلائل دینے کی کوشش کی ہے۔

ان دلائل میں تین نئی باتیں سامنے آئیں جن کو میں یہاں نقل کر کے ان کا جواب دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ان کا تعلق اسی روایت سے ہے باقی کلام وہی ہے جس کا جواب میں اوپر تفصیلاً دے کر آرہا ہوں ان تینوں باتوں کو آپ کتاب التحقیق المعتمد ص 143 و 144 پر دیکھ سکتے ہیں۔

چنانچہ صاحب کتاب حسان عطاری صاحب کہتے ہیں۔

کہ اس روایت کو بیان کرنے والے راوی" اسماعیل بن علی بن مثنیٰ استر آبادی "پر کذب کی جرح ہے اور پھر کہتے ہیں لیکن محدثین نے اس روایت کو صرف ضعیف کہا ہے (جس کا تفصیلاً جواب میں اوپر دے چکا ہوں) پھر کہتے ہیں اس کی چند وجوہات ہیں کہ محدثین نے اس روایت کو ضعیف کیوں کہا۔

6 کہتے ہیں اسماعیل بن علی بن مثنیٰ پر کذب کی جرح غیر مفسر ہے (اپنے طور پر وہ اس کو دلیل بنا رہے ہیں اس روایت کو ضعیف ثابت کرنے کے لئے)

اس دلیل کے جواب کے لئے چند باتوں کو ملحوظ خاطر رکھیں:

① کیا کذب کی جرح مطلقاً غیر مفسر ہوتی ہے؟؟

② کیا زیر بحث راوی "اسماعیل بن مثنیٰ" پر جرح مفسر اور غیر مفسر کا قاعدہ لاگو ہوتا ہے؟؟

③ کیا اسماعیل بن مثنیٰ پر کذب کی جرح غیر مفسر ہے؟؟

الجواب وباللہ التوفیق

① سب سے پہلی بات یہ ہے کہ کذب کی جرح مطلقاً غیر مفسر نہیں ہوتی اس میں تفصیل ہے جو ہم ابھی بیان کریں گے پہلے کذب کی جرح کے مفسر ہونے پر دلائل:

"❶ أما الجرح المفسر فيقول كذاب-----"

(التعلیقات البازیۃ علی نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر ص227)

❷ اسی طرح "عبد اللہ بن زیاد بن سمعان" کے حوالے سے امام مالک رحمہ اللہ کا کلام نقل کر کے محشی "كتاب التنكيل" کہتے ہیں:

"وروي ابن قاسم عن مالك كذاب .... فهذا جرح مفسر"

کہتے ہیں ابن قاسم نے امام مالک رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ یہ راوی جھوٹا ہے اور یہ جرح مفسر ہے۔

(التنکیل 151/1)

❸ "ومن الألفاظ المفسرة قولهم : فلان وضاع ، أو مشهور بالوضع أو يركب الاسانيد و أما قولهم كذاب فالظاهر أنه جرح مفسر"

(شفاء العلیل بألفاظ و قواعد الجرح والتعدیل ص528)

❹ وإنما تعرف من الجرح المفسر فيقبل من الجارح ما هو جرح حقيقة؛ كقوله فلان كذاب"

(فتح الملک العلی بصحۃ حدیث باب مدینۃ العلم علی ص144)

ان تمام تصریحات سے یہ واضح ہو گیا کہ کذب کی جرح مطلقاً غیر مفسر نہیں کیونکہ ان تمام نے کذب کی جرح کو مفسر قرار دیا ہے۔

❺لأن الجرح مقدم إذا فسّر، لاسيما إذا فسّر بالكذب، ووضع الحديث

جرح جب مفسر ہو تو وہ مقدم کہلائے گی (توثیق سے) خاص کر اس وقت کہ جب جرح کذب یا وضع کی ہو۔

(کتاب سؤالات الترمذی للبخاری حول إحادیث فی جامع الترمذی 606/2)

یاد رکھیں کذب کی جرح اس صورت میں غیر مفسر ہو گی جب اس کے مقابل تعدیل موجود ہو.. اور جس پر جرح کی جا رہی ہے اس سے کذب کا ثبوت نہ ملے یعنی اس کا جھوٹ بولنا یا گڑھنا اس کی نہ جارح (جرح کرنے والا) صراحت کرے اور نہ ملے اور

تعدیل بھی مقابل موجود ہو تو اس صورت میں یہ جرح غیر مفسر (یعنی مبہم) کرار دی جائے گی جب کہ زیر بحث راوی "اسماعیل بن مثنیٰ" کے ساتھ ایسا کوئی معاملہ نہیں جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

②دوسری اہم اور اصولی بات یہ ہے کہ اسماعیل بن مثنیٰ پر جرح مفسر یا غیر مفسر کا قاعدہ لاگو نہیں ہوتا اس لئے کہ جرح مفسر اور غیر مفسر کا قاعدہ وہاں لاگو ہوتا ہے جہاں مقابل تعدیل موجود ہو۔ یہ بات ایک ادنیٰ ساطالب علم اصول حدیث بھی جانتا ہے حیرت ہے یہ بات شیخ الحدیث صاحب کو معلوم نہیں ہوئی۔

جب جرح وتعدیل میں تعارض آجائے تو اس تعارض کو دور کرنے کے لئے آئمہ جرح وتعدیل نے مفسر اور غیر مفسر کا قائدہ بنایا جب کہ اہل علم پر یہ بات مخفی نہیں کہ اسماعیل بن مثنیٰ پر صرف جرح ہی ہے وہ بھی ناقدین کی طرف سے کذب کی اس صورت میں جرح ہی مقدم رہے گی کیونکہ اس کے مقابل تعدیل موجود ہی نہیں جب بھی مفسر اور غیر مفسر کی بحث چلی ہے ہمیشہ آئمہ نے تعدیل کو مقابل رکھ کے بحث کی ہے ملاحظہ ہو:

(شرح اِلفیۃ السیوطی فی الحدیث 577/3)

اسی طرح مفتی موصوف جو تخصص فی الحدیث کروارہے ہیں اس کے نصاب میں جو موصوف نے علامہ ابو الحسنات عبد الحئ لکھنوی ہندی م1304ھ رحمہ اللہ کی اصول جرح وتعدیل پر بہترین کتاب "الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل" شامل کی ہے اس کتاب میں بھی علامہ عبد الحئ لکھنوی نے جب مفسر اور غیر مفسر کی بحث کی ہے تو جرح کے مقابل تعدیل رکھ کر کی ہے۔ کیونکہ جب تعدیل مقابل ہو ہی نہیں تو پھر جرح مفسر ہو یا غیر مفسر جرح ہی مقدم ہو گی۔

دیکھئے (کتاب الرفع والتکمیل ص119)

لہذا اسماعیل بن مثنیٰ پر مفسر وغیر مفسر کی بحث کرنا بے فائدہ ہے اور یہ بحث اس پر ہو ہی نہیں سکتی۔ کیونکہ اس پر جو جرح کی گئی ہے اس کے مقابل تعدیل ہے ہی نہیں لہذا اس کی جرح مقدم رہے گی جو کہ واضح ہے کہ یہ کذاب ہے۔

③ پھر اگلی بات یہ ہے کہ اسماعیل بن مثنیٰ پر کذب کی جرح مفسر ہے کیونکہ اس کا جھوٹ بولنا ثابت ہے ملاحظہ ہو:

عن عبد العزيز النخشبي قال وحدث عن رافع بن أبي عوانة وأبي سعد بن أبي بكر الإسماعيلي والحاكم والسلمي وأبي الفضل الخزاعي وغيرهم وكان يقص ويكذب ولم يكن على وجهه سيماء المتقين

عبد العزیز النخشبیؒ نے کہا اسماعیل جھوٹے قصے بیان کرتا ہے اور اس کا چہرہ متقی اور پرہیز گار والا نہیں اور یہی بات رافع بن ابی عوانہ، ابی سعد بن ابی بکر اسماعیلی اور امام حاکم اور ابو عبدالرحمن سلمی اور ابو فضل خزاعی وغیرہ نے کہی رحمہمُ اللہ تعالیٰ

(کتاب لسان المیزان 423/1)

اس عبارت سے اسماعیل کا جھوٹ بولنا اور اسماعیل کا جھوٹے قصے بیان کرنا روز روشن کی طرح واضح ہے۔

لہذا یہ جرح غیر مفسر تب ہوتی جب یا تو اس کے جھوٹ بولنے کا ثبوت نہ ملتا یا اس کے مقابل تعدیل مفسر ہوتی جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے لیکن اسماعیل کے ساتھ دونوں معاملات نہیں لہذا اس پر کذب کی جرح مقدم رہے گی۔

جب کہ بڑے بڑے نامور آئمہ ناقدین اس پر یہی جرح کر رہے ہیں جیسا کہ اوپر عبارت سے واضح ہے۔

آگے چل کر اسی صفحہ پر امام ابو نصر عبید اللہ بن سعید رحمہ اللہ کا قول ابن حجر عسقلانی نقل فرماتے ہیں:

"یرکب المتون الموضوعة على الأسانيد الصحيحة"

اسماعیل بن مثنیٰ (خود کے گڑھے ہوئے) متون پر صحیح اسناد لگا دیتا تھا (یہ بھی اعلیٰ درجے کی جرح مفسر ہے)

(لسان المیزان 423/1)

"ان تمام تصریحات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسماعیل بن مثنیٰ کذاب ہے اس کا جھوٹا ہونا اصول کی روشنی میں ثابت ہے اور جو جرح غیر مفسر اور مفسر کا ایک بہانہ بنایا گیا اپنی لاعلمی کی بناء پر اس کا بھی اصولی و تحقیقی جواب دیا جا چکا ہے"

اسماعیل بن علی بن مثنیٰ الواعظ کو کذاب اور احادیث گھڑنے والا کہنے والے محدثین جن کا ذکر گزرا۔

امام عبد الکریم السمعانی

امام عبد العزیز النخشب

امام ابی نصر عبید اللہ بن سعید

حافظ ابو فضل محمد بن طاہر المقدسی

امام الحافظ وناقد رھاوی

امام ابی سعد بن ابی بکر اسماعیل

امام رافع بن ابی عوانہ

امام ابو فضل خزاعی

امام ابو عبد الرحمن سلمی

امام ابو عبد اللہ الحاکم

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمھم اللہ علیھم اجمعین

ان تمام آئمہ نے ابن مثنیٰ الواعظ کو کذاب احادیث گھڑنے والا کہا ہے اور انکی جرح کے مقابل کوئی تعدیل نہیں حیرت ہے حسان عطاری صاحب پر اسکے باوجود وہ اس راوی کا اور اسکی روایت کا دفاع کر رہے ہیں۔ یقیناً اپنے اس عمل کا اللہ کو حساب دیں گے۔

کذاب راوی کی روایت موضوع ہوتی ہے

امیر المؤمنین فی الحدیث حجۃ اللہ فی الارضین حافظ الدنیا شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فالقسمُ الأوّلُ، وهُو الطَّعْنُ بكَذِبِ الرّاوي في الحَديثِ النبويِّ هو المَوضوعُ

پس قسم اول وہ طعن ہے جو حدیث نبوی ﷺ میں راوی کے جھوٹ بولنے کے بارے میں ہے ایسے طعن والے راوی کی روایت موضوع ہے.

(کتاب نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر۔ت عترص 89)

امام تقی الدین محمد آفندی برکوئ حنفی م 981ھ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أما كذب الراوي: فهو أن يكون ثابت الكذب عمدا في الحديث النبوي فإذا ثبت كذبه في حديث من الأحاديث فهو مطعون بالكذب، وحديث الراوي المطعون بالكذب سواء كان كذبه فيه أو في حديث آخر يسمى موضوعا ومختلقا ..... وليس في الحديث الموضوع شرط: أن يكون الكذب والوضع فيه بعينه، والراوي المتعمد بالكذب في الحديث النبوي، وإن وقع الكذب منه في مدة عمره مرة واحدة في واحد لم يقبل حديثه وإن تاب وأحسن حاله.

جہاں تک راوی کے جھوٹ کا تعلق ہے تو وہ یہ کہ اسکا حدیث نبوی ﷺ میں قصداً جھوٹ بولنا ثابت ہو جائے۔ اگر اس کی بیان کردہ احادیث میں سے کسی ایک حدیث میں بھی اس کا جھوٹ بولنا ثابت ہو جائے تو وہ راوی کذاب قرار دیا جائے گا. اور کذاب راوی کی حدیث کو موضوع بناوٹی قرار دیا جائے گا خواہ اس کا جھوٹ بولنا جس حدیث میں ثابت ہے وہ روایت ہو یا کوئی دوسری روایت ہو۔

اور موضوع حدیث کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ موضوع اسی روایت کو کہا جائے گا جس میں راوی کا بعینہ جھوٹ بولنا یا روایت کو گھڑنا ثابت ہو جائے وہ راوی جو جان بوجھ کر حدیث نبوی ﷺ میں جھوٹ بولے. اگر اس نے زندگی میں ایک بار بھی حدیث نبوی ﷺ میں جھوٹ بولا تو اس کی کوئی بھی حدیث قبول نہیں کی جائے گی اگرچہ وہ توبہ کرلے اور اس کی حالت سنور جائے.

(مقدمۃ فی إصول الحدیث للبرکوی ص 61)

7 پھر صاحب کتاب "التحقیق المعتمد" حسان عطاری صاحب کہتے ہیں کہ اسماعیل بن مثنیٰ سے اس روایت میں جھوٹ بولنا ثابت نہیں پھر کہتے ہیں کبھی کبھی بڑا جھوٹا بھی سچ بول دیتا ہے پھر دلیل دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ابن عساکر رحمہ اللہ نے کہا:

قال شيخي أبو الفرج الإسفرايني ثم وجدت هذا الحديث بعد مدة في جزء على ما ذكره ابن المثنى فالله أعلم

یعنی میرے شیخ ابو الفرج اسفرائینی کہتے ہیں پھر میں نے اس روایت کو ایک جزء میں ایک مدت کے بعد اس طرح پایا جیسے ابن مثنیٰ ذکر کیا

(تاریخ دمشق لابن عساکر 20/9)

پھر موصوف کہتے ہیں:

دیکھیں ان کے تلمیذ کہہ رہے ہیں کہ جیسے اسماعیل بن مثنیٰ نے روایت بیان کی تھی ویسے ہی ایک جزء میں لکھی ہوئی دیکھی واضح ہو گیا ابن مثنیٰ نے مذکورہ حدیث میں جھوٹ نہیں بولا۔

الجواب وباللہ التوفیق

ماشاءاللہ کیا اعلیٰ دلیل دی ہے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہی صحیح سب سے پہلی بات تو یہ کہ کسی راوی کے روایت کو بیان کرنے میں تفرد کو ختم کرنے کے لیے یہ جو طریقہ صاحب کتاب نے بیان کیا ہے یہ کون سے اصول کی کتاب میں لکھا ہوا ہے یہ ان کو حوالہ دینا چاہیے تھا اس لئے کہ یہ طریقہ سراسر غلط ہے۔

نیز وہ جزء کس کا تھا احادیث کا یا موضوعات کا ضعیف روایات کا اور اس کا مصنف کون تھا عادل تھا یا نہیں اس کی کوئی صراحت نہیں۔ یہ تمام معلومات فراہم کرنا مفتی صاحب کی زمداری ہے۔

اسماعیل بن مثنیٰ کا اس روایت کو بیان کرنے میں تفرد صرف دو ہی صورتوں میں ختم ہو سکتا ہے اس کے علاوہ کوئی تیسری صورت نہیں جو مفتی موصوف نے بتائی ہے اس کا ہم جواب دیتے ہیں پہلے وہ دو صورتیں دیکھ لیں کون سی ہیں:

❶ یا تو اسماعیل بن مثنیٰ کے علاوہ کوئی اور شخص جو اسکے طبقہ کا ہے اس روایت کو انہی الفاظ کے ساتھ بیان کرے (یعنی متابعت)

❷ یا پھر اسماعیل بن مثنیٰ سے پہلے لکھی جانے والی کسی کتاب میں یہ روایت مذکور ہو یا اسماعیل بن مثنیٰ سے پہلے کسی راوی نے اس کو بیان کیا ہو باسند۔

تفرد کو مٹانے کا جو نیا طریقہ صاحب کتاب نے بتایا ہے یہ غلط اس لئے ہے کہ ہمارا دعویٰ ہے اس روایت کو بیان کرنے میں اسماعیل متفرد ہے اور اس نے اس روایت کو گھر میں بیٹھ کر نہیں کسی کمرے میں بیٹھ کر نہیں بلکہ ایک مجمع میں بیٹھ کر بیان کیا (کما فی لسان المیزان) تو ظاہر ہے کہ یہ روایت نقل ہوتی ہوئی آگے ضرور جائے گی لیکن رہے گی بے سند کیونکہ اسماعیل نے بے سند ہی بیان کی تھی۔

جیسا کہ آج ایک ہزار سال بعد بھی "الفردوس بماثور الخطاب" میں بے سند اپنی شان کے ساتھ جلوہ پذیر ہے۔

اور جب یہ روایت بے سند ہے تو غالب گمان یہی ہے کہ یہ اسماعیل ہی کے الفاظ ہیں جو اس نے مجمع میں بیٹھ کر گڑھے اور پھر سند بیان نہیں کی۔

اور ابن عساکر کے شیخ کے کلام سے بھی واضح ہے کہ انہیں بھی یہ روایت بے سند ہی ملی کیونکہ وہ فرماتے ہیں:

ثم وجدت هذا الحديث بعد مدة في جزء على ما ذكره ابن المثنى

پھر میں نے یہ حدیث ایک مدت کے بعد ایک جزء میں اس طرح پائی جیسے ابن مثنیٰ نے ذکر کی۔

اور یہ بات ہم نے اوپر دلائل کے ساتھ واضح کر دی کہ ابن مثنیٰ نے اسے بے سند بیان کیا ہے۔

اور جیسے اس نے بیان کیا ویسے ہی ابن عساکر کے شیخ نے پایا یعنی بے سند۔ اگر بالفرض باسند ہوتی تو ابن عساکر کے شیخ ضرور بیان کرتے ابن مثنیٰ کے تفرد کو ختم کرنے کے لیے، لہذا ثابت ہوا کہ ابن مثنیٰ اس روایت کو بیان کرنے میں متفرد ہے اور اس کا تفرد ایسے نہیں مٹ سکتا جیسے مٹانے کی کوشش کی جا رہی ہے یہ طریقہ سراسر غلط ہے جیسا کہ ہم نے ثابت کیا۔ لہذا روایت منگھڑت ہے۔

8 آخری کوشش جو اس کو ضعیف ثابت کرنے کے لیے صاحب کتاب "التحقیق المعتمد" مفتی حسان عطاری نے کی وہ یہ ہے:

انہوں نے اس روایت کی اپنے زعم میں ایک شاہد ڈھونڈ کے نکالی اور اسے بطور شاہد پیش کر رہے ہیں جو کہ درج ذیل ہے:

أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ سُورُهَا وَعَلِيٌّ بَابُهَا فَمَنْ أَرَادَ الْعِلْمَ فَلْيَأْتِ الْبَابَ قَالَ ابْن عَسَاكِر مُنْكَرٌ جِدًّا إِسْنَادًا ومتنًا

(تاریخ دمشق لابن عساکر: 5265)

اس کو نقل کرنے کے بعد موصوف کہتے ہیں کہ اہل علم پر مخفی نہیں کہ منکر روایت موضوع نہیں ہوتی۔

مفتی موصوف نے روایت کا ترجمہ نہیں کیا ہم اس کا ترجمہ کرتے ہیں:

(نبی علیہ السلام کی طرف منسوب ہے) میں علم کا شہر ہوں اور ابو بکر و عمر و عثمان اس کے فصیل ہیں اور علی اس کا دروازہ ہیں تو جو علم حاصل کرنا چاہتا ہے وہ دروازے سے گزر کر آئے رضی اللہ عنھم

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ خود اس پر جرح کرتے ہوئے کہتے ہیں:

کہ یہ روایت سنداًمتناً منکر جداً ہے۔

اس کے جواب کے لئے بھی چند باتوں کو ملحوظ خاطر رکھیں:

① کیا یہ روایت اس من گھڑت روایت کی شاہد ہے؟

② کیا اصول محدثین پر یہ اس من گھڑت روایت کی شاہد بن سکتی ہے؟

③ کیا حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ کے منکر سے مراد وہ منکر ہے جس کی تعریف عام کتب اصول متاخرین میں مذکور ہے یا کچھ اور ؟؟

④ کیا منکر کی اصطلاح کا استعمال بطلان اور وضع کو ظاہر کرنے کے لیے نہیں ہوتا؟؟

الجواب وباللہ التوفیق

① پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ اس روایت کا شاہد ہے ہی نہیں کیونکہ اس من گھڑت روایت میں خلفائے ثلاثہ کی علیحدہ علیحدہ فضیلت ہے جب کہ اس روایت میں تینوں خلفاء کی ایک ہی فضیلت اور وہ ہے "فصیل یعنی دیواریں یا چار دیواری" جبکہ شاہد ہونے کے لئے متن کی لفظاً یا معناً مماثلت ہونا ضروری ہے یہ ایک علیحدہ روایت ہے اور وہ ایک علیحدہ روایت ہے۔

الشاهد هو الحديث الذي يشارك فيه رواته رواة الحديث الفرد لفظاً ومعنى، أو معنى فقط مع الاختلاف في الصحابي

(شرح نخبۃ الفکر للقاری: ص196)

② اور اگر اس کو شاہد مان بھی لیں تب بھی یہ اصول محدثین پر بطور شاہد پیش کی نہیں جا سکتی کیونکہ یہ خود اتنی کمزور منکر جداً (ضعیف جداً) ہے کہ اسکو خود شاہد کی ضرورت ہے یہ کیا کسی دوسری روایت کو سہارا دے گی۔

❶ **"الحديث ضعيف جداً، لا يقبل التقوية بالشواهد"**

ضعیف جداً روایت کو بطور شواہد تقویت کے لئے قبول نہیں کیا جاتا

(اور اہل علم پر یہ بھی مخفی نہیں کہ سنداً متناً منکر جداً روایت ضعیف جداً ہی کے قبیل سے ہے)

(المطالب العالیۃ بزوائد المسانید الثمانیۃ- تخریج -746/10)

❷ **"ضعيف جداً لا يصلح في الشواهد والمتابعات"**

ضعیف جداً شواھد ومتابعات کے لئے درست نہیں

(المستدرک علی الصحیحین - تخریج -326/4)

❸ "فالسند شديد الضعف لا تنفع في الشواهد والمتابعات"

شدید ضعیف سند متابعات و شواھد میں کوئی نفع نہیں دیتی

(الاذکار النوویۃ دار الکلمۃ الطیب: 2001ص420)

❹ فلاسناد الحديث ضعيف جداً فهو لا يصلح شاهدا لحديث

اس حدیث کی سند شدید ضعیف ہے لہذا یہ (دوسری) حدیث کا شاہد بننے کے لئے درست نہیں۔

(المبین المعین لفہم الاربعین ص753)

❺ کویت کے مشہور محدث عمرو بن عبد المنعم نے اپنی کتاب میں ضعیف حدیث کو بطور متابعت و شواھد پیش کرنے پر اور کن کن صورتوں میں متحمل ہوگی اور کن صورتوں میں کوئی فائیدہ نہیں دے گی اس پر کلام کیا ہے چنانچہ اپنی کتاب میں ایک عنوان قائم کرتے ہیں:

واما المتابعة فلا تنفع في اسباب الضعف الشديد وهي.

اور جہاں تک متابعت کا تعلق ہے تو یہ شدید ضعیف ہونے کے سبب کوئی فائیدہ نہیں دے گا پھر آگے انہوں نے شدید ضعیف ہونے کی صورتیں لکھیں ہیں۔

ان صورتوں میں ایک صورت روایت کا منکر ہونا بھی ہے۔

(تیسیر دراسۃ الأسانید للمبتدئین ص237)

ان تمام تصریحات سے یہ پتا چل گیا کہ ضعیف جداًروایت متابعات وشواہد میں قبول نہیں زیر بحث روایت تو اصول پر من گھڑت ہے اور اس کو تقویت دینے کے لئے جو بطور شاہد پیش کی گئی وہ خود عام اصطلاح کے مطابق ضعیف جداً ہے اور ابن عساکر رحمہ اللہ کے نزدیک تو وہ روایت موضوع ہے۔لہذا اصول کی روشنی میں وہ شاہد نہیں بن سکتی۔

③اگلی بات یہ ہے کہ کیا حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ کا اس روایت کو منکر کہنے سے مراد یہ ہے کہ جس میں ضعیف راوی نے قوی راوی کی مخالفت کی ہو جو عام تعریف ہے متاخرین کے ہاں منکر کی؟؟

حالانکہ ایسا نہیں ہے محققین پر یہ بات عیاں ہے حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ نے تاریخ دمشق میں جن روایات کو منکر یا منکر جداً کہا ہے ان کو محدثین نے باطل اور موضوع قرار دیا ہے بطور مثال چند درج ذیل ہیں:

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ایک روایت کو باطل یعنی جھوٹ کہتے ہیں جبکہ وہ خود حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ کا اس روایت کے حوالے سے کلام نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے اس کو منکر کہا

(لسان المیزان 11/410/3)

اسی طرح ایک روایت کے حوالے سے حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ منکر جداً ہے جبکہ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ اس کی کوئی اصل نہیں بے اصل روایت ہے۔

(لسان المیزان 513/7)

اور حافظ ابن عساکر نے خود اس اصطلاح منکر کا اطلاق اپنے نزدیک بے اصل روایت پر کیا گویا انہوں نے اپنا منہج واضح کیا ایک روایت کے حوالے سے کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وهو حديث منكر لا أصل له

(تاریخ دمشق لابن عساکر 457/35)

حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ جس روایت کو منکر کہتے ہیں وہ روایت ان کے نزدیک موضوع یعنی من گھڑت ہوتی ہے

امام نور الدین ابن عراق الکناني م963ھ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كثيرا ما يقتصر ابن عساكر على وصف الحديث بالنكارة وهو عنده موضوع

ابن عساکر رحمہ اللہ اکثر حدیث کو نکارت (یعنی منکر) کے ساتھ وصف کرنے تک محدود رکھتے ہیں اور وہ ان کے نزدیک موضوع یعنی من گھڑت ہوتی ہے۔

(کتاب تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ 277/2)

ثابت ہوا کہ حافظ ابن عساکر کے نزدیک یہ روایت موضوع ہے اور موضوع روایت سے موضوع روایت کو تقویت دلانے کا کام وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کا علم حدیث سے دور دور تک کوئی تعلق نہیں۔

اور اگر اس شاہد کو موضوع نہ بھی مانے تب بھی یہ ضعف کے اس مرتبہ پر فائز ہے کہ اس کو بطور شاہد پیش کیا ہی نہیں جا سکتا جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا۔

(نوٹ:) ہمارا اس روایت کے بارے میں مؤقف بھی وضع کا ہی ہے جیسا کہ ابن عساکر رحمہ اللہ نے اسکو موضوع قرار دیا لیکن چونکہ یہ روایت زیر بحث نہیں اس لئے ہم نے اس پر تفصیل سے کلام نہیں کیا صرف منہجی بحث کی ہے اگر کسی کو اس روایت کو بھی ضعیف ثابت کرنے کا شوق چڑھا تو ان شاء اللہ اس پر بھی تفصیل سے لکھیں گے۔

④ آخری بات یہ ہے کہ اسماعیل بن مثنیٰ کی گڑھی ہوئی روایت کے دفاع میں جو مفتی حسان عطاری صاحب نے تحریر لکھی تھی اس میں جو کہا تھا کہ اہل علم پر مخفی نہیں کے منکر روایت موضوع نہیں ہوتی۔

تو یہ بات بھی منہج محدثین سے ناواقفیت کی بنا پر کی گئی ہے اول تو ہم نے ثابت کیا کہ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ کی منکر سے مراد موضوع ہی ہوتا ہے دوم یہ کہ نا صرف حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ بلکہ اکثر علمائے متقدمین اور متاخرین کی بھی ایک بڑی جماعت اس اصطلاح منکر کا اطلاق روایات کے بطلان اور وضع کو ظاہر کرنے کے لئے بھی کرتے ہیں مثالیں ملاحظہ ہو:

❶ ایک روایت کے حوالے سے امام ناقد جرح وتعدیل حافظ ابن عدی جرجانی م365ھ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إسناده منكر باطل ومتنه باطل

(الکامل:-128/3)

❷ محدث احناف امام بدرالدین عینی رحمہ اللہ ایک روایت کے حوالے سے فرماتے ہیں:

قلت : هذا حديث منكر بل موضوع

(عمدۃ القاری 422/5)

❸ علل کے امام ناقد حدیث حافظ دارقطنی رحمہ اللہ ایک روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

هذا حديث منكر باطل لا يصح

(موسوعۃ إقوال الدارقطنی ص 97)

❹ امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے منکر جداً روایت کو موضوع کہا ہے:

قال الخطيب : وهذا الحديث منكر جداً بل هو موضوع

(کتاب الموضوعات 278/1)

❺ امام شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ بھی منکر کا اطلاق موضوع روایت پر کرتے ہیں۔

اطلق الذهبي لفظ المنكر على الحديث الموضوع

(اقوال الحافظ الذہبی النقدیۃ فی علوم الحدیث من کتابہ سیر اعلام النبلاء الباب الثانی ص 502)

6 پچھلی صدی کے محدث علامہ احمد بن صدیق الغماری المالکی م1382ھ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں:

والمنكر في لسان الاقدمين مرادف للموضوع

اور منکر متقدمین محدثین کی زبان میں موضوع کے قائم مقام ہوتی ہے۔

(الإجازة للتكبيرات السبع على الجنازة ومعها (الأمالي المستظرفة والظرفة في نظم إلقاب الحديث ص55

مختصراً ان تمام تر دلائل اور تصریحات سے ثابت ہوا کہ محدثین کرام اصطلاح "منکر" کا استعمال روایات کو باطل اور موضوع ثابت کرنے کے لئے بھی کرتے ہیں اور اکثر متقدمین محدثین ایسا ہی کرتے ہیں لہذا یہ کہنا کہ اہل علم پر مخفی نہیں کہ منکر موضوع نہیں ہوتی یہ منہج محدثین سے جہالت کا واضح ثبوت ہے۔

روایت کا متن بھی باطل ہے

یہ روایت ان روایات میں سے ہے جنہیں علم حدیث سے مشرف احباب دیکھ کر ہی بتادیں کہ یہ منگھڑت ہے۔

امام ابو بکر ابن ابی خثیمہ م279ھ رحمہ اللہ جلیل القدر عظیم تابعی الربیع بن خثیم کوفی متوفی قبل 65ھ رحمہ اللہ کا قول باسند صحیح نقل کرتے ہیں:

إِنَّ مِنَ الْحَدِيْث حَدِيثًا لَهُ ضوءٌ كضوءِ النَّهَارِ تَعْرِفُهُ، وَإِنَّ مِنَ الْحَدِيْث حَدِيثًا لَهُ ظُلْمَةٌ كَظُلْمَةِ اللَّيْلِ تَنْكِرُهُ.

کہ بعض احادیث روز روشن کی طرح روشن ہوتی ہیں کہ تو خود انہیں پہچان لے گا (کہ یہ فرمان مصطفٰے ﷺ ہے) اور بعض احادیث رات کی طرح اندھیری ہوتی ہیں جنکا تو خود انکار کر دے گا (کہ یہ فرمان معصوم کائنات محمد مصطفٰی ﷺ نہیں ہے)

(كتاب التاريخ الكبير لابن إبي خيثمة- السفر الثالث- ط الفاروق 317/1)

یہ روایت بھی رات کی تاریکی کی طرح اندھیری ہے اسکا متن اس قدر رکیک (کما قال السخاوی) ہے کہ محقق دیکھ کر ہی بتادے کہ یہ فرمان مصطفٰے ﷺ نہیں۔

1 جیسا کہ روایت کے متن سے واضح ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا میں علم کا شہر ہوں اور روایت میں اس شہر کی اساس یعنی بنیاد حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بولا گیا ہے (معاذاللہ) یعنی حضور ﷺ کے علم کی بنیاد حضرت ابو بکر صدیق کو بتایا گیا ہے ۔

کیا یہ صریح گمراہی نہیں؟؟ کیا سلطان الانبیاء ﷺ کے علم کی بنیاد کوئی امتی ہو سکتا ہے؟؟

2 نیز یہ کہ اس روایت میں حضرت سیدنا عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالی عنہ کو اس شہر کی چھت بولا گیا ہے

جب کہ ہر خاص وعام اس بات سے واقف ہے کہ کسی بھی شہر پر چھت نہیں ہوا کرتی!!

لہذا اس روایت کا متن بھی اس کے باطل و منگھڑت ہونے کی طرف واضح اشارہ کرتا ہے۔

اور اگر اس روایت کو بالفرض غلط ضعیف مان بھی لیں تب بھی اس کو فضائل میں بیان نہیں کر سکتے!!

ضعیف حدیث کو فضائل میں قبول کرنے کی جلیل القدر آئمہ مثلاً ابن حجر عسقلانی، صلاح الدین علائی، ابن دقیق العید، جلال الدین سیوطی رحمھم اللہ وغیرہ نے شرائط بیان کیں ہیں ان میں پہلی شرط یہ ہے۔

أَنْ يَكُونَ الضَّعْفُ غَيْرَ شَدِيدٍ، فَيَخْرُجُ مَنِ انْفَرَدَ مِنَ الْكَذَّابِينَ وَالْمُتَّهَمِينَ بِالْكَذِبِ، وَمَنْ فَحُشَ غَلَطُهُ، نَقَلَ الْعَلَائِيُّ الِاتِّفَاقَ عَلَيْهِ

ترجمہ: اس کا ضعف شدید نہ ہو یعنی اس میں منفرد کاذبین متھم بالکذب اور فحش غلطیاں کرنے والے نہ ہوں امام صلاح الدین علائی رحمہ اللہ نے اس شرط پر محدثین کا اتفاق لکھا ہے

جس شرط پر اجماع ہے وہی شرط اس حدیث میں پوری نہیں ہو رہی اس حدیث کو بیان کرنے میں تفرد اسماعیل بن مثنیٰ کذاب کا ہے۔

(کتاب تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی 351/1)

(کتاب القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع ص 255)

خلاصہ کلام

بحمدہٖ تعالیٰ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی فضل و عطا سے ہم نے ثابت کیا کہ یہ روایت نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر جھوٹ ہے بہتان ہے۔

اسماعیل بن مثنیٰ اس روایت کا مجرم ہے جس نے اسکو وضع کیا ہے۔

اور اس روایت کو ضعیف ثابت کرنے کی جو ناکام کوشش کی گئی مفتی حسان عطاری کی جانب سے ہم نے اس کا اصول محدثین کی روشنی تحقیقی رد کیا۔

اور جو موصوف نے اس روایت کو ضعیف ثابت کرنے کے لئے اپنے زعم میں دلائل پیش کئے ان میں سے ہر ایک دلیل کا رد کیا اصول اور منہج محدثین کی روشنی میں۔

اب حاصل یہ ہوا کہ اولاً تو یہ روایت ہے ہی موضوع اس کے منگھڑت ہونے میں معتدل محققین کو کوئی شک وشبہ نہیں بلکہ بعض فرقہ پرست محققین بھی اسکو موضوع کہتے ہیں اور اگر کوئی اندھا مقلد اپنی جہالت کی بناء پر اس کو موضوع نہیں بھی مانتا تب بھی یہ فضائل میں بیان کرنے کے قابل نہیں اصول محدثین پر جیسا کہ ماقبل بیان کیا گیا۔

اصول محدثین پر جیسا کہ ہم نے ثابت کیا یہ روایت من گھڑت ہے اس کا بیان کرنا اور اس کی نسبت نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی طرف کرنا حرام ہے اس روایت کے منگھڑت ہونے میں ہمارے نزدیک کوئی شک وشبہ نہیں۔

عَنْ عَلِيّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (لَا تَكْذِبُوا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ يَلِجُ فِي النَّارِ)

ترجمہ:- امیر المؤمنین امام برحق مولا علی علیہ السلام کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھ پر جھوٹ نہ باندھو کیونکہ مجھ پر جھوٹ باندھنے والا جہنم میں داخل ہو گا"

(متواتر بالاتفاق)

یہ حدیث متواتر ہے اس روایت کو نقل کرنے والے صحابہ کرام کی تعداد 72 سے بھی زیادہ ہے، اور صحابہ کرام سے یہ روایت بیان کرنے والوں کی تعداد نا قابل شمار ہے اس حدیث کی صحت قطعی ہے۔

دیکھئے: امام سلیمان بن احمد طبرانی م 360ھ رحمہ اللہ کی [کتاب طرق حدیث من کذب علی متعمدا] جس میں انہوں نے اس حدیث کے درجنوں طرق ذکر کئے ہیں درجنوں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حوالہ سے۔

امام محمد بن جعفر الکتانی م 1345ھ رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اپنی متواتر احادیث پر مشتمل کتاب میں درج کر کے متواتر قرار دیا اور اسکے درجنوں طرق ذکر کئے۔ (کتاب نظم المتناثر ص 28)۔

اپنی تحریر کا اختتام امام الحافظ ابو الحسن دار قطنی رحمہ اللہ کے پیغام سے کرتا ہوں جو انہوں نے نبی کریم ﷺ پر جھوٹ گڑھنے والوں کو دیا تھا:

امام علل الحدیث و معرفۃ الرجال حافظ ابو الحسن علی بن عمر الدار قطنی م 385ھ رحمہ اللہ سے مروی ہے:

يا أهل بغداد لا تظنوا أن أحداً يقدر أن يكذب على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وأنا حي.

اے اہل بغداد! یہ گمان نا کرنا کہ تم میں سے کوئی ایک شخص بھی میرے زندہ ہوتے ہوئے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھ سکتا ہے۔

(کتاب الموضوعات من الأحادیث المرفوعات - مقدمۃ المؤلف - ص 32)

الحمد للہ ہم بھی امام دار قطنی رحمہ اللہ کے منہج پر ہیں ہماری زندگی کا بھی یہی مقصد ہے کہ ہمارے ہوتے ہوئے کوئی ہمارے سامنے رسول اللہ ﷺ کی طرف جھوٹ منسوب نا کرے اور نا ہم کسی کو کرنے دیں گے ان شاء اللہ۔

اللہ جل جلالہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی طرف جھوٹ منسوب کرنے سے اپنی پناہ میں رکھے اور اصول اور منہج محدثین پر قائم و دائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے آمین بجاہ النبی الامین ﷺ۔

وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ

اور ہمارے ذمے کھلم کھلا پہنچا دینا ہی ہے۔

قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ

تم لوگ بہت ہی کم نصیحت مانتے ہو۔

خادم الحدیث النبوی ﷺ

سید محمد عاقب حسین

SCANS

اگر مفتی صاحب کو ابن حجر الہیتمی رحمہ اللہ کے کلام پر اتنا ہی اعتماد ہے کہ جو انہوں نے کہ دیا بس وہ پتھر پر لکیر ہو گئی تو ان سے مقام و مرتبہ اور علم حدیث و جرح و تعدیل میں بہت بڑے امام یحییٰ بن معین کا قول یہی ابن حجر نقل کر رہے ہیں کہ وہ حدیث انا مدینۃ العلم و علیا بابہا کو جھوٹ کہتے ہیں اور ابن الجوزی اور ذھبی نے بھی اس روایت کو موضوع کہا رحمھم اللہ تو کیا مفتی صاحب اس روایت کو ان محدثین کے کہنے پر موضوع مانیں گے جو کہ اصل میں ایک صحیح ثابت حدیث ہے ؟؟

اسکین ملاحظہ ہو جس صفحہ پر زیر بحث جھوٹی روایت کو ضعیف کہا ہے اسی صفحہ پر ان آئمہ کا کلام نقل کیا ہے۔

الماء واستدل به على إمكان الخلاء وأن الماء أول حادث بعد العرش من أجرام هذا العالم وقيل كان الماء على متن الريح والله أعلم بذلك إذا تقرر ذلك فلفظ الحديث ولم يكن قبله شيء خلافا لما في السؤال على أنه لو فرض أن ذلك ورد أيضا لم يكن فيه إشكال مع قوله وكان عرشه على الماء لأن معناه ولم يكن معه شيء أي في أزله وأما بعد أن أوجد بعض خلقه فكان العرش حينئذ على الماء فقول السائل والحال أن عرشه معه إن أراد أنه كان معه في الأزل فباطل وإن أراد أنه كان معه فيما لا يزال فصحيح فحينئذ هو لا ينافي الحديث الذي ذكره كما لا يخفى ذلك على ذي بصيرة والله أعلم بالصواب.

[مطلب حديث أنا مدينة العلم وأبو بكر أساسها]

٢٩١- (وسئل) رضي الله عنه أن النبي (ﷺ) قال أنا مدينة العلم وأبو بكر أساسها وعمر حيطانها وعثمان سقفها وعلي بابها هل الحديث صحيح أم لا.

(فأجاب) بقوله الحديث رواه صاحب مسند الفردوس وتبعه ابنه بالإسناد عن ابن مسعود رضي الله عنه مرفوعا وهو حديث ضعيف كحديث أنا مدينة العلم وعليّ بابها ومعاوية حلقها فهو ضعيف أيضا وأما حديث أنا مدينة العلم وعليّ بابها فهو حديث حسن بل قال الحاكم صحيح وقول البخاري ليس له وجه صحيح والترمذي منكر وابن معين كذب معترض وإن ذكره ابن الجوزي في الموضوعات وتبعه الذهبي وغيره على ذلك وليس مقتضيا لأفضليته على أبي بكر وعمر وعثمان رضي الله عنهم فقد صح عنه أي عن علي نفسه خير الناس بعد النبي (ﷺ) أبو بكر ثم عمر ثم رجل آخر فقال له ابنه محمد رضي الله عنهما ثم أنت يا أبت فقال ما أبوك إلا رجل من المسلمين ومن ثمة أجمع أهل السنة من الصحابة والتابعين فمن بعدهم على أن أفضل الصحابة على الإطلاق أبو بكر ثم عمر رضي الله عنهما والله سبحانه وتعالى أعلم.

الفتاوى الحديثية

تأليف

العلامة أحمد بن محمد بن علي ابن حجر الهيتمي السعدي الأنصاري

المتوفى ٩٧٤ هـ

اعتنى به وخرج أحاديثه

محمد عبد السلام شاهين

دار الكتب العلمية
Dar Al-Kotob Al-ilmiyah
DKI
أسسها محمد علي بيضون سنة 1971 بيروت - لبنان
Est. by Mohammad Ali Baydoun 1971 Beirut - Lebanon
Établie par Mohamad Ali Baydoun 1971 Beyrouth - Liban

ہم نے اس بات کو تحقیق کے متن میں ذکر نہیں کیا ہم نے سوچا اس بات کا تفصیلی ذکر اسکین والے حصہ میں کریں گے تاکہ عام بھولی بھالی سنی عوام کو دیکھایا جاسکے کہ کس طرح انکو دھوکہ میں رکھا گیا ہے ایک طرف یہ نعرہ لگایا جاتا ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر ہماری آنکھیں بند ہیں جبکہ دوسری طرف انہی کے بیان کردہ اصول کی خلاف ورزی کی جاتی ہے۔

اس روایت کو اور اس باب میں مروی دیگر روایات کو امام شمس الدین سخاوی نے اپنی کتاب میں ذکر کرکے تمام کی تمام کے بارے میں یہ فرمایا کہ یہ ضعیف ہیں اور انکے (متون کے) الفاظ رکیک ہیں۔

اصل کتاب اسکین ملاحظہ ہو آپ نے صرف اور صرف اصل حدیث یعنی میں علم کا شہر ہوں اور علی کرم اللہ وجہہ الکریم اسکا دروازہ ہیں کو حسن کہا باقی زیر بحث روایت سمیت تمام کی تمام روایات کو ضعیف اور انکے متون کو رکیک قرار دیا۔

المقاصد الحسنة

في

بيان كثير من الأحاديث المشتهرة على الألسنة

تأليف

الإمام الشيخ شمس الدين محمد بن عبد الرحمن السخاوي

المتوفى ٩٠٢ هـ

صححه وعلق عليه

عبد الله محمد الصديق

من علماء الأزهر والقرويين

ومتخصص في علم الحديث والإسناد

خرج آياته وأحاديثه

عبد اللطيف حسن عبد الرحمن

دار الكتب العلمية

أسسها محمد علي بيضون سنة 1971

بيروت - لبنان

١٨٩ـ حديث: «أنا مدينةُ العلمِ، وعليٌّ بابُها».

الحاكم في المناقب من مستدركه، والطبراني في معجمه الكبير، وأبو الشيخ ابن حيان في السنة له، وغيرهم؛ كلهم من حديث أبي معاوية الضرير، عن الأعمش، عن مجاهد، عن ابن عباس مرفوعاً به، بزيادة: «**فمن أتى العلم فليأت الباب**».

ورواه الترمذي في المناقب من جامعه، وأبو نعيم في الحلية، وغيرهما؛ من حديث علي أن النبي ﷺ قال: «**أنا دار الحكمة وعلي بابها**».

قال الدارقطني في العلل عقب ثانيهما: إنه حديث مضطرب غير ثابت، وقال الترمذي: إنه منكر، وكذا قال شيخه البخاري، وقال: إنه ليس له وجه صحيح، وقال ابن معين فيما حكاه الخطيب في تاريخ بغداد: إنه كذب لا أصل له، وقال الحاكم عقب أولهما: إنه صحيح الإسناد، وأورده ابن الجوزي من هذين الوجهين في الموضوعات، ووافقه الذهبي وغيره على ذلك، وأشار إلى هذا ابن دقيق العيد، بقوله: هذا الحديث لم يثبتوه، وقيل: إنه باطل، وهو مشعر بتوقفه فيما ذهبوا إليه من الحكم بكذبه، بل صرح العلائي بالتوقف في الحكم عليه بذلك، فقال: وعندي فيه نظر، ثم بين ما يشهد لكون أبي معاوية راوي حديث ابن عباس حدث به، فزال المحذور ممن هو دونه، قال: وأبو معاوية ثقة حافظ محتج بأفراده كابن عيينة وغيره؛ فمن حكم على الحديث مع ذلك بالكذب، فقد أخطأ، قال: وليس هو من الألفاظ المنكرة التي تأباها العقول، بل هو كحديث: «**أرحم أمتي بأمتي**»، يعني الماضي، وهو صنيع معتمد، فليس هذا الحديث بكذب، خصوصاً وقد أخرج الديلمي في مسنده، بسند ضعيف جداً، عن ابن عمر مرفوعاً: «**علي بن أبي طالب باب حطةٍ فمن دخل فيه كان مؤمناً، ومن خرج منه كان كافراً**»، ومن حديث أبي ذر رفعه: «**علي باب علمي ومبين لأمتي ما أرسلت به من بعدي، حبه إيمان، وبغضه نفاق، والحسن والحسين خيوطه**»، الحديث، وأورد صاحب الفردوس، وتبعه ابنه المذكور بلا إسناد عن ابن مسعود رفعه: «**أنا مدينة العلم، وأبو بكر أساسها، وعمر حيطانها، وعثمان سقفها، وعلي بابها**»، وعن أنس مرفوعاً: «**أنا مدينة العلم، وعلي بابها، ومعاوية حلقتها**». وبالجملة فكلها ضعيفة، وألفاظ أكثرها ركيكة، وأحسنها حديث ابن عباس، بل هو حسن[(١)].

---

١٨٩ ـ أخرجه الحاكم في المستدرك ٣/١٢٦، والزبيدي في إتحاف السادة المتقين ٦/٢٤٤، وعلي القاري في الأسرار المرفوعة ١١٨، والهيثمي في مجمع الزوائد ٩/١١٤، والطبراني في المعجم الكبير ١١/٦٦.

(١) بل صحيح جداً لعدة وجوه بينها شقيقنا الحافظ أبو الفيض في «فتح الملك العلي بصحة حديث باب=

اب آیئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھتے ہیں کہ جس روایت کے الفاظ رکیک ہوں تو اسکا کیا حکم ہے؟؟

چنانچہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یایوں حکم وضع کیا جاتا ہے کہ لفظ رکیک و سخیف ہوں۔

(فتاویٰ رضویہ 460/5 رضاء فاؤنڈیشن)

اعلیٰ حضرت نے فرمایا جس روایت کے الفاظ رکیک ہوں تو وہ روایت موضوع ہے اس پر حکم وضع لگے گا ما قبل آپ اسکین میں دیکھ چکے امام سخاوی نے زیر بحث روایت سمیت اس باب میں مروی تمام روایات کے الفاظ کو رکیک قرار دیا سوائے اصل حدیث کے جسے انہوں نے حسن تسلیم کیا۔

فتاوی رضویہ — جلد پنجم

کذب وبطلان پر گواہی عـــہ مستنداً الی الحس دے۔

(۹) یا خبر کسی ایسے امر کی ہو کہ اگر واقع ہوتا تو اُس کی نقل وخبر مشہور و مستفیض ہو جاتی، مگر اس روایت کے سوا اس کا کہیں پتا نہیں۔

(۱۰) یا کسی حقیر فعل کی مدحت اور اس پر وعدہ وبشارت یا صغیر امر کی مذمت اور اس پر وعید وتہدید میں ایسے لمبے چوڑے مبالغے ہوں جنہیں کلام معجز نظام نبوت سے مشابہت نہ رہے۔ یہ دس "صورتیں تو صریح ظہور و وضوح وضع کی ہیں۔

(۱۱) یایوں حکم وضع کیا جاتا ہے کہ لفظ رکیک و سخیف ہوں جنہیں سمع دفع اور طبع منع کرے اور ناقل مدعی ہو کہ یہ بعینہا الفاظ کریمہ حضور افصح العرب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں یا وہ محل ہی نقل بالمعنی کا نہ ہو۔

(۱۲) یا ناقل رافضی حضرات اہلبیت کرام علیٰ سیدہم وعلیہم الصلاۃ والسلام کے فضائل میں وہ باتیں روایت کرے جو اُس کے غیر سے ثابت نہ ہوں، جیسے حدیث: **لحمك لحمی ودمك دمی** (تیرا گوشت میرا گوشت، تیرا خون میرا خون۔ت)

اقول: انصافاً یوں ہی وہ مناقبِ امیر معاویہ وعمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ صرف نواصب کی روایت سے آئیں کہ جس طرح روافض نے فضائل امیر المومنین واہل بیت طاہرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں قریب تین لاکھ حدیثوں کے وضع کیں "**کمانص علیه الحافظ ابو یعلی والحافظ الخلیلی فی الارشاد**" (جیسا کہ اس پر حافظ ابویعلی اور حافظ خلیلی نے ارشاد میں تصریح کی ہے۔ت) یونہی نواصب نے مناقب امیر معٰویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حدیثیں گھڑیں **کماارشد الیه الامام الذاب عن السنة احمد بن حنبل رحمه الله تعالیٰ** (جیسا کہ اس کی طرف امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے رہنمائی فرمائی جو سنّت کا دفاع کرنے والے ہیں۔ت)

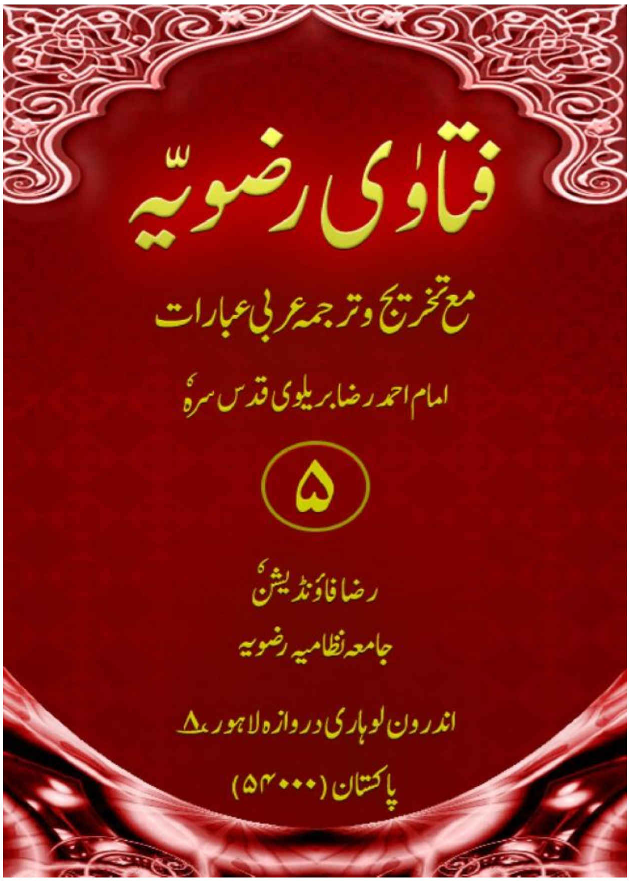
(۱۳) یا قرائن حالیہ گواہی دے رہے ہوں کہ یہ روایت اس شخص نے کسی طمع سے یا غضب وغیرہما کے باعث ابھی گھڑ کر پیش کردی ہے جیسے حدیث سبق میں زیادت جناح اور حدیث ذم معلّمین اطفال۔

(۱۴) یا تمام کتب وتصانیف اسلامیہ میں استقرائے تام کیا جائے اور اس کا کہیں پتا نہ چلے یہ صرف اجلہ حفاظ ائمۂ شان کا کام تھا جس کی لیاقت صدہا سال سے معدوم۔

(۱۵) یا راوی خود اقرار وضع کردے خواہ صراحۃً خواہ ایسی بات کہے جو بمنزلہ اقرار ہو، مثلاً ایک شیخ سے بلاواسطہ

عــہ: زدته لان التواتر لایعتبر الا فی الحسیات کمانصوا علیه فی الاصلین ۱۲ منه (م)

میں نے اس کا اضافہ کیا کیونکہ تواتر کا اعتبار حسیات کے علاوہ میں نہیں ہوتا جیسے کہ انہوں نے اصول میں اس کی تصریح کی ہے ۱۲ منہ (ت)



مزید پختگی کے لیئے دعوت اسلامی والوں کی جانب سے اس روایت پر دیئے جانے والے فتوے کا عکس بھی دیکھ لی جئے جس میں مفتی موصوف ہی کی تحریر نقل کی گئی ہے اس میں امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کرکے یہی ترجمہ کیا گیا ہے کہ

روایت "میں علم کا شہر اور ابوبکر اس کی بنیاد ہے" کی تحقیق

مجیب: ابو احمد محمد انس رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-866

تاریخ اجراء: 04 محرم الحرام 1443ھ / 04 جون 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کرامت شیر خدا میں ایک روایت لکھی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں علم کا شہر ہوں ابو بکر اس کی بنیاد ہے، عمر اس کی دیوار ہے، عثمان اس کی چھت ہے اور علی اس کا دروازہ ہے۔ مجھے کسی نے کہا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے، آپ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

حدیث مذکور یعنی "أنا مدينة العلم وابوبكر اساسها" پر اجلہ محدثین نے فقط ضعیف ہونے کا حکم دیا ہے۔ لہٰذا یہ موضوع نہیں فقط ضعیف ہے اور ضعیف حدیث فضائل میں معتبر ہوتی ہے جیسا کہ اجلہ ائمہ محدثین نے اس کی صراحت فرمائی ہے۔ اس حدیث پاک کے حکم کے متعلق وضاحت درج ذیل ہے: **(مفتی حسان صاحب دام ظلہ کے کالم سے ماخوذ کچھ حصہ)**

حافظ ابن حجر ہیتمی مکی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ سے اس حدیث کے حوالے سے سوال ہوا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: "رواه صاحب مسند الفردوس وتبعه ابنه بلا سند عن ابن مسعود رضي الله عنه مرفوعا وهو حديث ضعيف" ترجمہ: اس حدیث کو صاحب مسند الفردوس اور ان کے بیٹے نے ان کی تبعیت میں بلا سند حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے، اور یہ حدیث ضعیف ہے۔ (الفتاوی الحدیثیہ، صفحہ 192، دار الفکر، بیروت)

حافظ نجم الدین محمد بن محمد الغزی رحمہ اللہ تعالیٰ، المتوفی ۱۰۶۱ھ اس مضمون کی دیگر احادیث اور مذکورہ حدیث دیلمی کے حوالے سے نقل کرکے فرماتے ہیں: "كلها ضعيفة واهية" یعنی یہ سب شدید ضعیف حدیثیں ہیں۔ (اتقان مایحسن من الاخبار الدائرۃ علی الالسن صفحہ ۱۲۶ مطبوعہ الفاروق الحدیثہ قاہرہ)

یہ تمام احادیث ضعیف ہیں اور ان کے الفاظ رکیک ہیں۔

ملاحظہ ہو اسکین

اسی طرح علامہ شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ حدیث دیلمی کے حوالے سے ذکر کی ہے اور یہ ارشاد فرمایا کہ امام دیلمی اور ان کے بیٹے نے اس حدیث کو بلا سند روایت کیا ہے۔ نیز اس باب کی دیگر احادیث کو نقل کرکے ارشاد فرمایا: "وبالجملة فكلها ضعيفة وألفاظ أكثرها ركيكة وأحسنها حديث ابن عباس بل هو حسن" خلاصہ یہ ہے کہ یہ تمام احادیث ضعیف اور ان کے الفاظ رکیک ہیں، اور ان میں سب سے راجح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ہے بلکہ وہ حسن حدیث ہے۔ (المقاصد الحسنۃ صفحہ 170 دار الکتب العربی)

علامہ محمد بن اسمعیل عجلونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مقاصد حسنہ کی عبارت نقل کرکے فرماتے ہیں: وقال النجم: كلها ضعيفة واهية" یعنی نجم الدین الغزي کہتے ہیں: یہ تمام ضعیف اور واہی ہیں۔ (کشف الخفاء، جلد 1، صفحہ 236، رقم 618، موسسۃ الرسالہ)

محدث احناف حضرت علامہ علی بن سلطان المعروف ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی مسند الفردوس کے حوالے سے اس حدیث کو مرقاۃ المفاتیح میں نقل فرماکر مقرر رکھا ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح، جلد 10، صفحہ 470، مطبوعہ: ملتان)

حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو مسندا ذکر کیا ہے، اس کے راوی اسماعیل بن علی الواعظ پر سخت جروح موجود ہیں، لیکن خود اس کے حالات میں خاص اس حدیث کے بارے میں حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ تعالیٰ خطیب بغدادی کے حوالے سے لکھتے ہیں: "ثم قال شيخي أبو الفرج الإسفرايني ثم وجدت هذا الحديث بعد مدة في جزء على ماذكره ابن المثنى فالله أعلم" ترجمہ: میرے شیخ ابو الفرج الاسفرائنی کہتے ہیں: پھر میں نے اس حدیث کو ایک مدت کے بعد ایک جزء میں اس طرح پایا جیسا کہ ابن المثنی نے ذکر کیا ہے۔ (تاریخ دمشق، ج 9، ص 20، دار الفکر، بیروت)

لہٰذا امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ اصول سے بھی یہ روایت موضوع ثابت ہوئی لہٰذا اعلیٰ حضرت پر آنکھیں بند کرنے والوں کے لیئے لمحہ فکریہ ہے اور امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام مفتی موصوف کے نہیں بلکہ ہماری تائید میں ہے جیسا کہ دلائل کے ساتھ بیان ہوا۔

امام الحافظ جلال الدین سیوطی شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہما اللہ سے ضعیف حدیث کو فضائل میں قبول کرنے کی شروط بیان کرتے ہیں جن میں پہلی شرط ہی یہ ہے کہ روایت کا ضعف شدید نا ہو یعنی اس کی سند میں منفرد کاذبین متہم بالکذب اور منکر الحدیث رواۃ نا ہوں امام سیوطی فرماتے ہیں اس پہلی شرط پر امام صلاح الدین علائی رحمہ اللہ نے محدثین کا اتفاق لکھا ہے یعنی یہ پہلی شرط امام علائی کے بقول متفق علیہ ہے محدثین میں۔

اسکین ملاحظہ ہو

المختصر الحاوي لمهمات تدريب الراوي ٢٢٠

أمَّا الصَّحيحُ فاذكُره بصيغةِ الجزمِ ، ويَقبُحُ فيه صيغةُ التمريضِ ، كما يقبحُ في الضعيفِ صيغةُ الجزمِ .

• **العمل بالضعيف في الفضائل، وشرائطه:**

(**ويجوزُ عندَ أهلِ الحديثِ وغيرهم التساهلُ في الأسانيدِ**) الضعيفةِ (**وروايةُ ما سوىٰ الموضوعِ من الضعيفِ ، والعملُ به مِن غيرِ بيان ضعفه في غيرِ صفات اللّهِ تعالىٰ**) وما يجوزُ ويستحيلُ عليه ، وتفسيرِ كلامِه (**والأحكامِ ؛ كالحلالِ والحرام و**) غيرهما ، وذلك كالقَصَص وفضائلِ الأعمالِ والمواعظِ وغيرِها (**مما لا تَعلُّقَ له بالعقائدِ والأحكامِ**) .

وممن نُقل عنه ذلك : ابنُ حَنبلٍ ، وابنُ مهديٍّ ، وابنُ المباركِ ، قالُوا : إذا روينا في الحلالِ والحرامِ شَدَّدنا ،وإذا روينا في الفضائل ونحوها تَساهلنا .

ولم يذكرِ ابنُ الصلاحِ والمصنِّفُ - هنا وفي سَائرِ كُتبه - لما ذكر سِوىٰ هذا الشرطِ ، وهو كَونه في الفضائلِ ونحوِها ، وذكَر شيخُ الإسلامِ له ثلاثةَ شروطٍ :

أحدها : أن يكون الضعفُ غيرَ شديدٍ ، فيخرجُ مَن انفردَ مِنَ الكذَّابين والمُتَّهمين بالكذبِ ، ومَن فَحُشَ غَلطُهُ ؛ نقل العلائيُّ الاتفاقَ عليه .

الثاني : أن يندرجَ تحت أصلٍ معمولٍ به .

الثالث : أن لا يعتقدَ عند العملِ به ثبوته ، بل يعتقد الاحتياط .

وقال : هذان ذكَرهما ابنُ عبدِ السلام وابنُ دقيقِ العيدِ .

تَدْرِيبُ الرَّاوِي

فِي شَرْحِ تَقْرِيبِ النَّوَاوِي

للحافظ أبي الفضل عبد الرحمن بن أبي بكر جلال الدين السيوطي

(٨٤٩ - ٩١١ هـ)

قدّم له وراجعه وأضاف عليه بعض التعليقات

الدكتور الشيخ أحمد معبد عبد الكريم

الأستاذ بكلية أصول الدين بالرياض سابقاً

جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية

حققه وعلّق عليه

أبو معاذ طارق بن عوض الله بن محمد

ويليه

المختصر الحاوي لمهمات تدريب الراوي

تأليف

أبو معاذ طارق بن عوض الله بن محمد

الجزء الثالث

دار العاصمة

للنشر والتوزيع

مفتی موصوف کی فحش خطاء جسکی نشاندھی ہم نے اپنی تحریر میں کی اور جیسا کہ درج ذیل دعوت اسلامی والوں کے فتوے کے عکس میں دیکھا جاسکتا ہے جو انہوں نے مفتی موصوف کی تحریر نقل کی ہے اس میں مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ:

ابن عساکر رحمہ اللہ نے اس حدیث کو «مسندا» ذکر کیا۔

اسکین ملاحظہ ہو۔

روایت "میں علم کا شہر اور ابوبکر اس کی بنیاد ہے" کی تحقیق

مجیب: ابواحمد محمد انس رضا عطاری مدنی

فتوی نمبر: WAT-866

تاریخ اجراء: 04 ذوالقعدۃ الحرام 1443ھ / 04 جون 2022ء

دار الافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

سوال

کرامت شیر خدا میں ایک روایت لکھی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں علم کا شہر ہوں ابو بکر اس کی بنیاد ہے، عمر اس کی دیوار ہے، عثمان اس کی چھت ہے اور علی اس کا دروازہ ہے۔ مجھے کسی نے کہا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے، آپ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

حدیث مذکور یعنی "أنا مدینۃ العلم وابوبکر اساسھا" پر اجلہ محدثین نے فقط ضعیف ہونے کا حکم دیا ہے۔ لہذا یہ موضوع نہیں فقط ضعیف ہے اور ضعیف حدیث فضائل میں معتبر ہوتی ہے جیسا کہ اجلہ ائمہ محدثین نے اس کی صراحت فرمائی ہے۔ اس حدیث پاک کے حکم کے متعلق وضاحت درج ذیل ہے: **(مفتی حسان صاحب دام ظلہ کے کالم سے ماخوذ کچھ حصہ)**

حافظ ابن حجر ہیتمی مکی رحمہ اللہ تعالی علیہ سے اس حدیث کے حوالے سے سوال ہوا تو آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے ارشاد فرمایا: "رواہ صاحب مسند الفردوس وتبعہ ابنہ بلا سند عن ابن مسعود رضي اللہ عنہ مرفوعا وھو حدیث ضعیف" ترجمہ: اس حدیث کو صاحب مسند الفردوس اور ان کے بیٹے نے ان کی تبعیت میں بلا سند حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے، اور یہ حدیث ضعیف ہے۔ (الفتاوی الحدیثیۃ، صفحہ 192، دار الفکر بیروت)

حافظ نجم الدین محمد بن محمد الغزی رحمہ اللہ تعالی، المتوفی ۱۰۶۱ھ اس مضمون کی دیگر احادیث اور مذکورہ حدیث دیلمی کے حوالے سے نقل کرکے فرماتے ہیں: "کلھا ضعیفۃ واھیۃ" یعنی یہ سب شدید ضعیف حدیثیں ہیں۔ (اتقان مایحسن من الاخبار الدائرۃ علی الالسن صفحہ ۱۲۶ مطبوعہ الفاروق الحدیثۃ قاہرہ)

اسی طرح علامہ شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے یہ حدیث دیلمی کے حوالے سے ذکر کی ہے اور یہ ارشاد فرمایا کہ امام دیلمی اور ان کے بیٹے نے اس حدیث کو بلا سند روایت کیا ہے۔ نیز اس باب کی دیگر احادیث کو نقل کرکے ارشاد فرمایا: "وبالجملۃ فکلھا ضعیفۃ وألفاظ أکثرھا رکیکۃ وأحسنھا حدیث ابن عباس بل ھو حسن" خلاصہ یہ ہے کہ یہ تمام احادیث ضعیف اور ان کے الفاظ رکیک ہیں، اور ان میں سب سے راجح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کی حدیث ہے بلکہ وہ حسن حدیث ہے۔ (المقاصد الحسنۃ صفحہ 170 دار الکتب العربی)

علامہ محمد بن اسمٰعیل عجلونی رحمۃ اللہ تعالی علیہ مقاصد حسنہ کی عبارت نقل کرکے فرماتے ہیں: وقال النجم: کلھا ضعیفۃ واھیۃ "یعنی نجم الدین الغزي کہتے ہیں: یہ تمام ضعیف اور واہی ہیں۔ (کشف الخفاء، جلد 1، صفحہ 236، رقم 618، موسسۃ الرسالۃ)

محدث احناف حضرت علامہ علی بن سلطان المعروف ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالی نے بھی مسند الفردوس کے حوالے سے اس حدیث کو مرقاۃ المفاتیح میں نقل فرما کر مقرر رکھا ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح، جلد 10، صفحہ 470، مطبوعہ: ملتان)

حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ تعالی نے اس حدیث کو مسندا ذکر کیا ہے، اس کے راوی اسماعیل بن علی الواعظ پر سخت جروح موجود ہیں، لیکن خود اس کے حالات میں خاص اس حدیث کے بارے میں حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ تعالی خطیب بغدادی کے حوالے سے لکھتے ہیں: "ثم قال شیخي أبو الفرج الإسفرایني ثم وجدت ھذا الحدیث بعد مدۃ في جزء علی ما ذکرہ ابن المثنی فاللہ أعلم" ترجمہ: میرے شیخ ابو الفرج الاسفرائینی کہتے ہیں: پھر میں نے اس حدیث کو ایک مدت کے بعد ایک جزء میں اس طرح پایا جیسا کہ ابن المثنی نے ذکر کیا ہے۔ (تاریخ دمشق، ج 9، ص 20، دار الفکر بیروت)

جبکہ علم حدیث پڑھنے والے طلباء بھی اس بات کو جانتے ہیں کہ مسند کس حدیث کو کہا جاتا ہے درج ذیل میں اصول حدیث کی مایہ ناز کتاب المعروف مقدمہ ابن صلاح کا اسکین موجود ہے جس میں واضح طور پر امام الحافظ ابن صلاح رحمہ اللہ نے حافظ خطیب بغدادی رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے۔

مسند، محدثین کے نزدیک وہ ہے جس کی سند متصل ہو، اس کے راوی (مصنف کتاب) سے لے کر اس کے اخیر تک، اور اکثر اس کا استعمال اس حدیث میں ہوتا ہے جو رسول اللہ ﷺ سے منقول ہو، نہ کہ اس حدیث میں جو صحابہ وغیرہ سے منقول ہو۔

اسی طرح امام ابن عبد البر اندلسی مالکی رحمہ اللہ کا بھی قول نقل کرتے ہیں:

کہ انہوں نے کچھ لوگوں سے نقل کیا کہ مسند کا اطلاق صرف اسی حدیث پر ہوتا ہے جو کہ متصل ہو دارااں حالے کہ نبی ﷺ تک مرفوع بھی ہو۔ امام ابن صلاح کہتے ہیں کہ: حافظ ابو عبد اللہ حاکم نے اسی پر جزم کیا ہے، اور اسی کو اختیار کیا۔

جبکہ ماقبل ہم تفصیل سے ذکر کر آئے حافظ ابن حجر عسقلانی کی لسان المیزان کے حوالے سے کہ اسماعیل بن مثنیٰ الواعظ کذاب نے اس روایت کو بے سند بیان کیا متصل ہونا تو دور کی بات ہے اس نے سرے سے اپنے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان واسطے ذکر ہی نہیں کئے۔ لہذا مفتی موصوف کا اس کو مسند کہنا انکی علم حدیث سے لاعلمی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

النوع الرابع

معرفة المسند

ذكر أبو بكر الخطيب الحافظ رحمه الله: أن المسند عند أهل الحديث هو الذى اتصل[١] إسناده من راويه إلى منتهاه، وأكثر ما يستعمل ذلك فيما جاء عن رسول الله ﷺ دون ما جاء عن الصحابة وغيرهم[٢]. وذكر أبو عمر[٣] بن عبد البر الحافظ: أن المسند ما رفع إلى النبى صلى الله عليه وآله وصحبه وسلم خاصة. وقد يكون متصلاً، مثل: «مالك عن نافع عن ابن عمر عن رسول الله ﷺ»، وقد يكون منقطعًا، مثل: «مالك عن الزهرى عن ابن عباس عن رسول الله ﷺ[٤]». فهذا مسند لأنه قد أسند إلى رسول الله ﷺ، وهو منقطع لأن الزهرى لم يسمع من ابن عباس رضى الله عنهم[٥].

وحكى أبو عمر عن قوم: أن المسند لا يقع إلا على ما اتصل مرفوعًا إلى النبى ﷺ. قلت: وبهذا[٦] قطع الحاكم أبو عبد الله الحافظ، ولم يذكر فى كتابه

(١) اتصل إسناده... إلى منتهاه: فيشمل المرفوع والموقوف والمقطوع، وتبعه ابن الصباغ فى «العدة»، والمراد اتصال السند ظاهرًا، فيدخل ما فيه انقطاع خفى، كعنعنة المدلس والمعاصر الذى لم يثبت لقيه، لإطباق من خرَّج المسانيد على ذلك. (التدريب ١/١٨٢).

(٢) الكفاية ص ٥٨. «المنهل الروى» ص ١٤٩. «فتح المغيث» للعراقى ١/٥٧. «فتح المغيث» للسخاوى ١/١٢٠. «تدريب الراوى» ١/١٨٢.

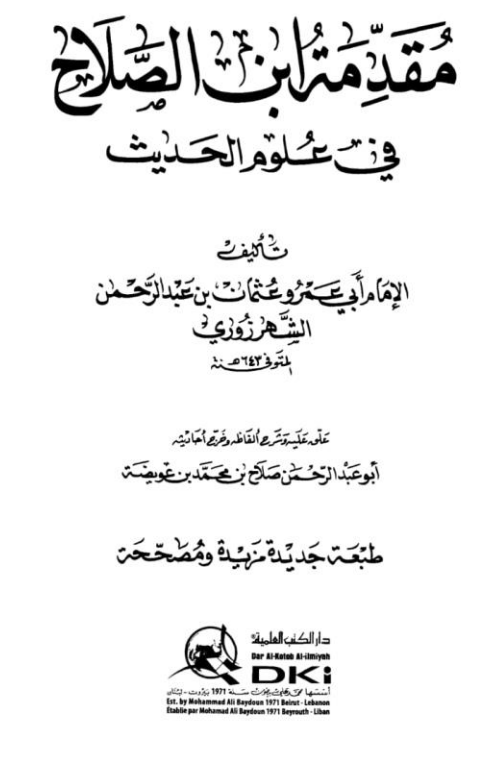
(٣) أبو عمر بن عبد البر: هو الإمام الحافظ يوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر النمرى القرطبى. قال أبو الوليد الباجى: لم يكن بالأندلس مثله فى الحديث. مات سنة ثلاث وستين وأربعمائة. له ترجمة فى: تذكرة الحفاظ ٣/١١٢٨. وطبقات الحفاظ ص ٤٣١-٤٣٢.

(٤) وعلى هذا فالمسند والمرفوع شىء واحد، والانقطاع يدخل عليهما جميعًا، ويلزم من ذلك أيضًا، شموله المرسل والمعضل.

قال شيخ الإسلام: وهو مخالف للمستفيض من عمل أئمة الحديث فى مقابلتهم بين المرسل والمسند، فيقولون: أسنده فلان، وأرسله فلان. (فتح المغيث ١/١٠٤).

(٥) التمهيد ١/٢٥. «فتح المغيث» للعراقى ١/٥٧. «فتح المغيث» للسخاوى ١/١١٩. «المنهل الروى» ص ١٤٩ - ١٥٠.

(٦) وبهذا قطع الحاكم: أى بكون الحديث المسند لا يستعمل إلا فى المرفوع المتصل. وبهذا يخرج الموقوف والمقطوع، والمرسل والمعضل والمدلس، وبه جزم شيخ الإسلام فى النخبة. فيكون أخص من المرفوع.
=



اسماعیل بن مثنیٰ الواعظ کذاب پر کذب کی مفسر جروحات۔

امام ابو نصر عبید اللہ بن سعید رحمہ اللہ کا قول ابن حجر عسقلانی نقل فرماتے ہیں: اسماعیل بن مثنیٰ (خود کے گڑھے ہوئے) متون پر صحیح اسناد لگا دیتا تھا۔

امام الحافظ وناقد رھاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب ہمارے اصحاب کے سامنے اسماعیل بن مثنیٰ کا جھوٹ ظاہر ہو گیا تو انہوں نے جو کچھ اس سے لکھا تھا وہ سب لائے اور اسے پھاڑ کر پھینک دیا۔

عبد العزیز النخشبیؒ نے کہا اسماعیل جھوٹے قصے بیان کرتا ہے اور اس کا چہرہ متقی اور پرہیز گار والا نہیں اور یہی بات رافع بن ابی عوانہ، ابی سعد بن ابی بکر اسماعیلی اور امام حاکم اور ابو عبد الرحمن سلمی اور ابو فضل خزاعی وغیرہ نے کہی رحمہم اللہ تعالیٰ

اسکین ملاحظہ ہو:

إسماعيل بن علي بن الحسين بن بندار بن المثنى أبو سعد الأسترابادي الواعظ ٢٤٧

الواحدي عن أبي الفتح محمد بن علي الكوفي عن علي بن الحسن بن بندار، كما رواه ابنه إسماعيل عنه فقد برئ من عهدته، والخطيب إنما ذكره لأنه حمل فيه على إسماعيل، قالا: وأنشدنا الخطيب، قال: أنشدنا أبو سعد قال: أنشدني طاهر الخثعمي، قال: أنشدني الشبلي لنفسه:

مضت الشبيبة، والحبيبة فانبرى ... دمعان في الأجفان يزدحمان

ما أنصفتني الحادثات رمينني ... بمودعين وليس لي قلبان

قال الخطيب: هذا جميع ما سمعت من أبي سعد ببغداد، ولم يكن موثوقا به في الرواية.

أخبرنا أبو القاسم هبة الله بن عبد الله الواسطي، أنا أبو بكر الخطيب، أنا أبو سعد إسماعيل بن علي بن الحسين بن بندار بن المثنى الاسترابادي ببيت المقدس، أنا علي بن الحسن بن حمويه الدامغاني، أنا زبير بن عبد الواحد، أنا محمد بن محمد بن الأشعث، نا الربيع هو ابن سليمان أنشدنا الشافعي:

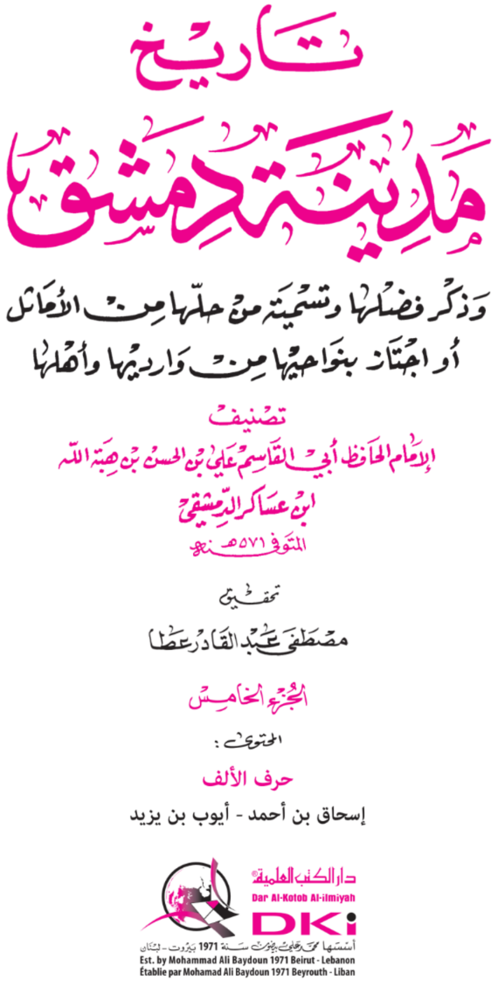
يا راكبا قف بالمحصب من منى ... واهتف بقاطن خيفها والناهض

سحرا إذا فاض الحجيج إلى منى ... فيضا كملتطم الفرات الفائض

إن كان رفضا حب آل محمد ... فليشهد الثقلان أني رافضي

قرأت بخط أبي الفضل محمد بن طاهر المقدسي الحافظ بهمذان سمعت حمد الرهاوي يقول: لما ظهر لأصحابنا كذب إسماعيل بن المثنى أحضروا جميع ما كتبوا عنه، وشققوه، ورموا به بين يديه، وكان يملي ويتكلم على الناس عند باب مهد عيسى عليه الصلاة والسلام يعني ببيت المقدس، وكان حمد هذا إمام قبة الصخرة.

أنبأنا أبو الفرج غيث بن علي الخطيب حدثني أبو الفرج الإسفرايني بلفظه غير مرة، قال: كان ابن المثنى يعظ بدمشق، فقام إليه رجل فقال: أيها الشيخ ما تقول في قول النبي ﷺ: «أنا مدينة العلم، وعلي بابها»، قال: فأطرق لحظة، ثم رفع رأسه، وقال: نعم لا يعرف هذا الحديث على التمام إلا من كان صدرا في الإسلام، إنما قال النبي ﷺ: «أنا مدينة العلم، وأبي بكر أساسها، وعمر حيطانها، وعثمان سقفها، وعلي بابها»، قال: فاستحسن الحاضرون ذلك، وهو يردده، ثم سألوه أن يخرج لهم إسناده فأنعم، ولم يخرجه لهم، ثم قال: شيخي أبو الفرج الإسفرايني ثم وجدت هذا الحديث بعد مدة في جزء على ما ذكره ابن المثنى فالله أعلم، أو كما



لِسَانُ المِيزَانِ

تأليف

الإمام الحافظ شهاب الدين أحمد بن علي بن حجر العسقلاني

المتوفى ٨٥٢هـ سنة

دراسة وتحقيق وتعليق

الشيخ عادل أحمد عبد الموجود — الشيخ علي محمد معوض

شارك في تحقيقه

الأستاذ الدكتور عبد الفتاح أبو سنة

خبير التحقيق بمجمع البحوث الإسلامية
وعضو المجلس الأعلى للشؤون الإسلامية

الجزء الأول

المحتوى:

حرف الألف

دار الكتب العلمية
Dar Al-Kotob Al-ilmiyah
DKi
أسسها محمد علي بيضون سنة 1971 بيروت - لبنان
Est. by Mohammad Ali Baydoun 1971 Beirut - Lebanon
Établie par Mohamad Ali Baydoun 1971 Beyrouth - Liban

الوَاحِدِيّ في «تفسيره»، عن أبي الفتح محمد بن علي المكفوف، عن علي بن الحسن بن بُنْدارِ والد إسماعيل، فبرىء إسماعيل من عهدته، والتصقت الجناية بأبيه، وسيأتي، وإسماعيل مع ذلك متهم. قال غيثُ بن علي الصُّوري: حدثني سهل بن بشر بلفظه غير مرة قال: كان إسماعيل يعظ بـ «دمشق»، فقام إليه رجل فسأله عن حديث «أنا مدينة العلم وعلي بابها» فقال: هذا مختصر، وإنما هو «أنا مَدِيْنَة العلم وأبو بكر أساسها وعمر حِيْطَانُهَا، وعثمان سَقْفُهَا وعلي بابها»[1]، قال: فسألوه أن يخرج لهم إسناده فوعدهم به. قال الخَطِيبُ: سألته عن مولده فقال: ولدت بأسفراين سنة خمس وسبعين وثلاثمائة، قال: ومات في المحرم سنة ثمان وأربعمائة. وقال أبو سعد بن السَّمْعَاني في «الأنساب»: كان يقال له كذاب ابن كذاب، ثم نقل عن عبد العزيز النَّخشبي قال: وحدث عن رافع بن أبي عوانة وأبي سعد بن أبي بكر الإسْمَاعِيْليّ، والحاكم، والسلمي، وأبي الفضل الخزاعي وغيرهم. وكان يقصّ ويكذب، ولم يكن على وجهه سيماء المتقين، قال النخشبي: ودخلت على أبي نَصْرٍ عبيد الله بن سعيد السّجزي بـ «مكة» فسألته فقال: هذا كذاب ابن كذاب، لا يكتب عنه، ولا كرامة. قال: وتبينت ذلك في حديثه وحديث أبيه، يركّب المُتُونَ الموضوعة على الأسانيد الصحيحة، ولم يكن موثوقاً به في الرواية.

١٣٣٢ (ز) ـ إِسْمَاعِيلُ بن علي القُمّيُّ[2] أَبو عليّ البَصْرِيُّ[3]:

سمع من نائل بن نجيح، روى عنه عبد العزيز بن يحيى بن أحمد.

وذكره الطُّوسي في «مصنفي الشيعة» وقال: ثقة.

١٣٣٣ (ز) ـ إِسْمَاعِيلُ بن عَلِيّ بن الحُسَينِ الزّمانيّ الفَقِيْهُ الحنبليّ المعروفُ بـ «غُلامِ المُنَى»:

قرأ الفِقْهَ علي أبي الفتح بن المُنَى، وصحبه، حتى برع في المذهب والخلاف وكانت الطَّوائف مجتمعة على فضله ورتب ناظراً في ديوان المطبق[4] مديدة، فلم تحمد سيرته فعزل. قال ابن النَّجار: ذكر لي ولده أبو طالب عبد الله في معرض المدح أنه قرأ المَنْطِق

---

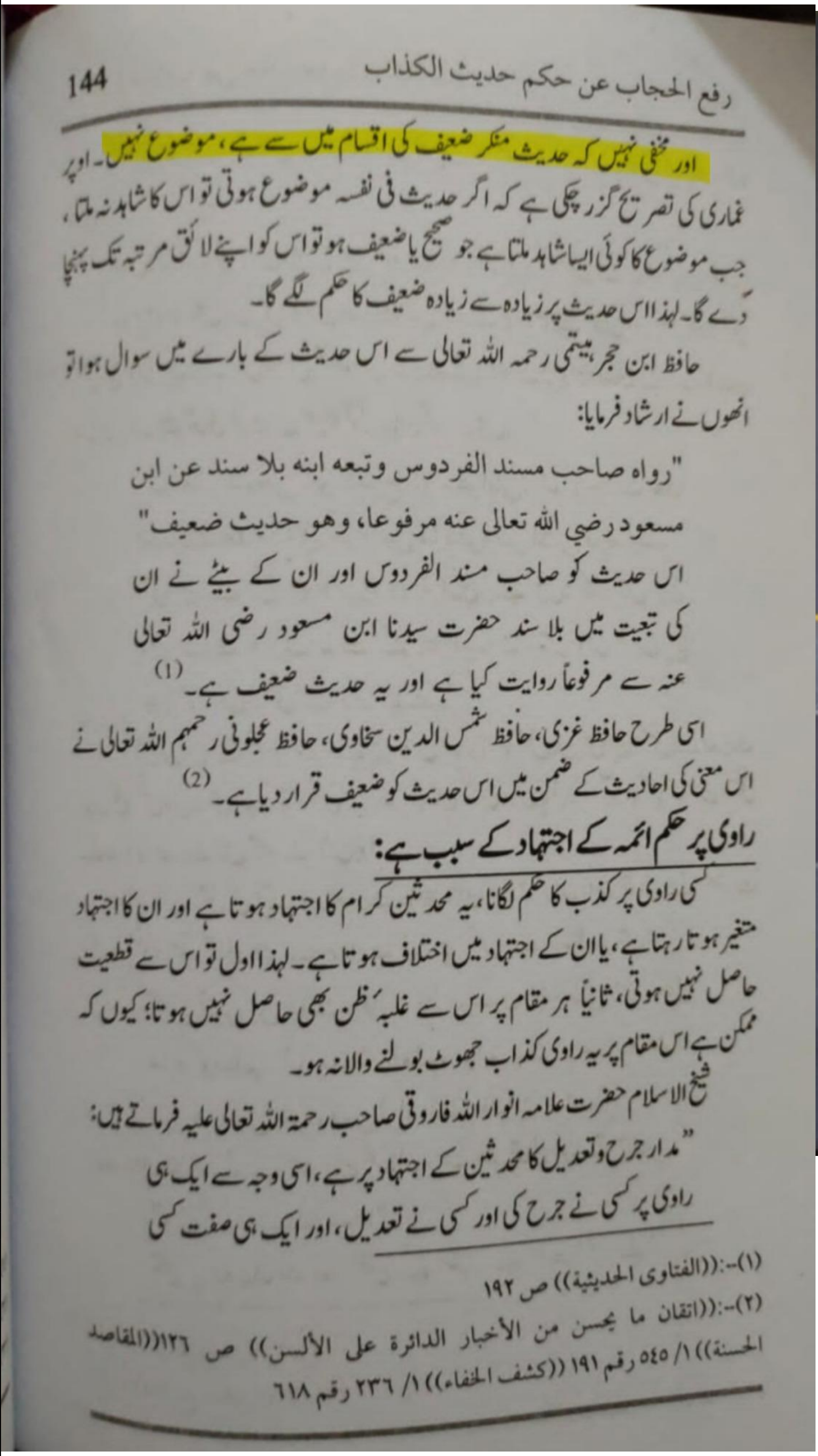
(١) ذكره العجلوني في الكشف ١/ ٢٣٥، وعزاه للديلمي بلا إسناد، عن ابن مسعود، والزبيدي في الإتحاف ٦/ ٣٤٤.

(٢) كذا في الأصول، ولكن في فهرس الطوسي إسماعيل العمي، وضبط في نضر الإيضاح: إسماعيل العمي بفتح المهملة وكسر الميم المخففة، أبو علي البصري بالباء أقول: جعل الحسن بن داود الميم مشددة.

(٣) الجامع في الرجال/ ٢٦١، فهرس الطوسي/ ٣٩، جامع الرواة ١/ ٩٩، أعيان الشيعة ٣/ ٣٩١، معجم الثقات/ ١٨، تنقيح المقال/ ٨٨٢، معجم المؤلفين ٢/ ٢٨٢ والحاشية، معجم رجال الحديث ٣/ ١٥٨.

(٤) في ط: المطبخ.

مفتی موصوف کی کتاب تحقیق المعتمد سے اصل عکس ملاحظہ ہوں۔



144 رفع الحجاب عن حکم حدیث الکذاب

اور مخفی نہیں کہ حدیث منکر ضعیف کی اقسام میں سے ہے، موضوع نہیں۔ اوپر غماری کی تصریح گزر چکی ہے کہ اگر حدیث فی نفسہ موضوع ہوتی تو اس کا شاہد نہ ملتا، جب موضوع کا کوئی ایسا شاہد ملتا ہے جو صحیح یا ضعیف ہو تو اس کو اپنے لائق مرتبہ تک پہنچا دے گا۔ لہذا اس حدیث پر زیادہ سے زیادہ ضعیف کا حکم لگے گا۔

حافظ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ تعالی سے اس حدیث کے بارے میں سوال ہوا تو انھوں نے ارشاد فرمایا:

"رواه صاحب مسند الفردوس وتبعه ابنه بلا سند عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه مرفوعا، وهو حديث ضعيف"

اس حدیث کو صاحب مسند الفردوس اور ان کے بیٹے نے ان کی تبعیت میں بلا سند حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور یہ حدیث ضعیف ہے۔(1)

اسی طرح حافظ غزی، حافظ شمس الدین سخاوی، حافظ عجلونی رحمہم اللہ تعالی نے اس معنی کی احادیث کے ضمن میں اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔(2)

راوی پر حکم ائمہ کے اجتہاد کے سبب ہے:

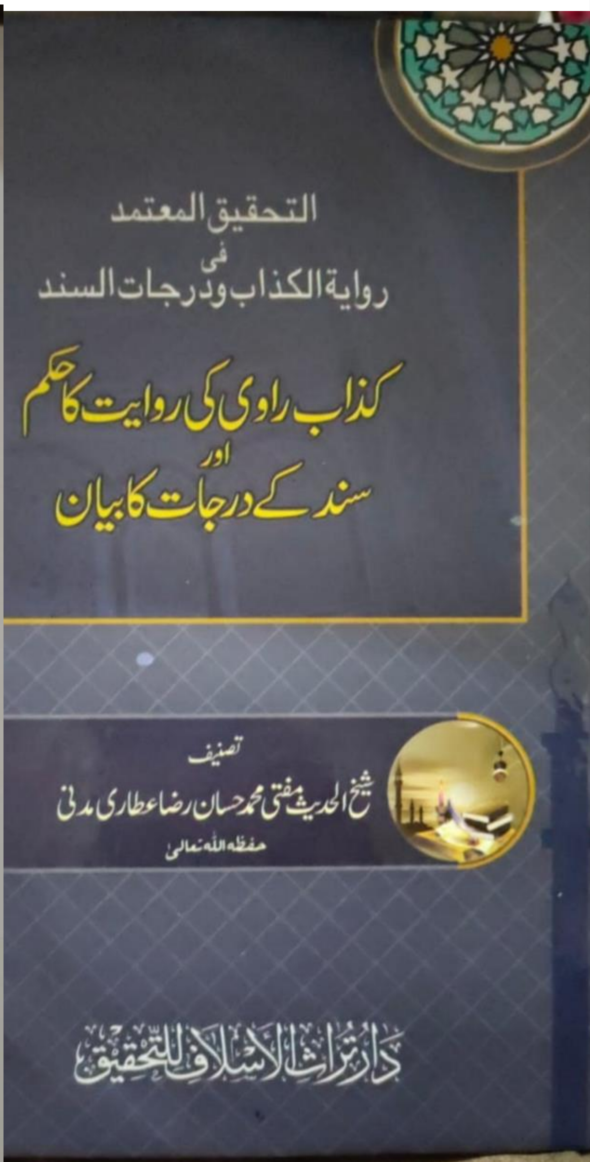
کسی راوی پر کذب کا حکم لگانا، یہ محدثین کرام کا اجتہاد ہوتا ہے اور ان کا اجتہاد متغیر ہوتا رہتا ہے، یا ان کے اجتہاد میں اختلاف ہوتا ہے۔ لہذا اول تو اس سے قطعیت حاصل نہیں ہوتی، ثانیاً ہر مقام پر اس سے غلبۂ ظن بھی حاصل نہیں ہوتا؛ کیوں کہ ممکن ہے اس مقام پر یہ راوی کذاب جھوٹ بولنے والا نہ ہو۔

شیخ الاسلام حضرت علامہ انوار اللہ فاروقی صاحب رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں:

"مدار جرح وتعدیل کا محدثین کے اجتہاد پر ہے، اسی وجہ سے ایک ہی راوی پر کسی نے جرح کی اور کسی نے تعدیل، اور ایک ہی صفت کسی

(۱)--:((الفتاوی الحدیثیة)) ص ۱۹۲

(۲)--:((اتقان ما یحسن من الأخبار الدائرة علی الألسن)) ص ۱۲۶((المقاصد الحسنة)) ۱/ ۵۴۵ رقم ۱۹۱ ((کشف الخفاء)) ۱/ ۲۳۶ رقم ۶۱۸



أبو حاتم: ليس بالقوي وقال الدارقطني: يعتبر به، فزالت تهمة ابن سمعان"

اس حدیث کی تخریج امام طبرانی نے ایسی سند کے ساتھ کی ہی جس میں سوید بن عبد العزیز ہیں، اور یہ ترمذی اور ابن ماجہ کے رجال میں سے ہیں، اور مختلف فیہ راوی ہیں، ان ائمہ میں جنہوں نے ان کی توثیق کی ہے ابن حبان ہیں، انھوں نے کہا کہ ثقات کے قریب ہیں، ابو حاتم رازی نے کہا: زیادہ مضبوط نہیں، اور دار قطنی نے کہا: ان کا اعتبار کیا جائے گا۔ لہذا ابن سمعان سے تہمت زائل ہو گئی۔ [1]

ساتویں مثال: حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ تعالی "تاریخ دمشق" میں غیث بن علی کے طریق سے روایت کرتے ہیں وہ اپنے شیخ ابو الفرج الاسفرائینی سے اور وہ اسماعیل بن علی واعظ المعروف ابن المثنی الاسفرائینی سے، اس نے یہ حدیث ذکر کی:

"أنا مدينة العلم، وأبوبكر أساسها، وعمر حيطانها، وعثمان سقفها، وعلي بابها"

میں علم کا شہر ہوں، ابو بکر اس کی بنیاد، عمر دیواریں، عثمان چھت اور علی دروازہ ہیں۔ [2]

اس حدیث کو حافظ دیلمی نے "الفردوس" میں، امام ابو الشکور السالمی نے "التمهيد" میں، امام محمد بن حسین دیار بکری نے "تاریخ الخمیس فی احوال انفس النفیس" میں بلاسند نقل کیا ہے۔ [3]

اس کے راوی اسماعیل بن واعظ پر کذب کی جرح ہے۔ حافظ سمعانی، سجزی نے ان کو کذاب ابن کذاب کہا ہے۔

(۱)-:((التعقبات على الموضوعات)) ص ٤٢ رقم ١٤

(۲)-:((تاريخ دمشق)) ٩/ ٢٠

(۳)-:((الفردوس بمأثور الخطاب))١/ ٤٣-٤٤ رقم ١٠٥ ((تاريخ الخميس)) ١/ ٢٣ ((التمهيد في بيان التوحيد)) ص ٣٢١

لیکن محدثین نے اس حدیث پر فقط ضعیف کا حکم ذکر کیا ہے۔ اس کی چند وجوہ ہیں:-

اول: کذاب کی جرح، جرح غیر مفسر ہے جیسا کہ اوپر تفصیل کے ساتھ بیان ہوا۔

دوم: اسماعیل بن علی کا اس حدیث میں جھوٹ بولنا ثابت نہیں اور بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے، بلکہ اس کا اس مخصوص حدیث میں جھوٹ نہ بولنا ثابت ہے۔ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ تعالی غیث بن علی کا قول بیان کرتے ہیں:

"ثم قال شيخي أبو الفرج الإسفرايني: ثم وجدت هذا الحديث بعد مدة في جزء على ما ذكره ابن المثنى فالله أعلم"

یعنی میرے شیخ ابو الفرج الاسفرائینی کہتے ہیں: پھر میں نے اس حدیث کو ایک مدت کے بعد ایک جزء میں اس طرح پایا جیسا کہ ابن المثنی نے ذکر کیا ہے۔ [1]

دیکھیں ان کے تلمیذ کہہ رہے ہیں جس طرح اسماعیل بن علی بن المثنی نے حدیث بیان کی تھی ویسے ہی ایک جزء یعنی جزء حدیثی میں لکھی ہوئی پائی۔ واضح ہو گیا کہ ابن المثنی نے مذکورہ حدیث میں جھوٹ نہیں بولا۔

سوم: اس معنی کی ایک اور حدیث حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ تعالی نے حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

"عن أنس بن مالك، قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: أنا مدينة العلم، وأبو بكر وعمر وعثمان سورها وعلى بابها، فمن أراد العلم فليأت الباب"

اسے روایت کرنے کے بعد ابن عساکر رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

"منكر جدا إسنادا ومتنا"

یعنی یہ حدیث سند اور متن کے اعتبار سے سخت منکر ہے۔ [2]

(۱)-:((تاريخ دمشق)) ٩/ ٢٠

(۲)-:((تاريخ دمشق)) ٤٥/ ٣٢١

یہاں پر مفتی موصوف نے انتہائی خیانت سے کام لیا احباب دیکھ سکتے ہیں عربی متن میں کہیں بھی یہ نہیں لکھا کہ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ کے شیخ کو جو جزء ملا جس میں انہوں نے اس روایت کو پایا وہ جزء حدیث کا تھا لہذا مفتی موصوف کا اپنی طرف سے اضافہ کرنا جزء حدیثی کہ کر دلیل کا محتاج ہے۔

ہمارا تو مطالبہ ہی یہ ہے کہ وہ جزء کس کا تھا؟؟؟

موضوعات کا

ضعیف روایات کا

صحیح احادیث کا

کس کا تھا؟؟

اس کا مصنف عادل تھا یا اسماعیل کی طرح کا کذاب؟؟؟

ان تمام سوالوں کے جوابات سے بچنے کے لیئے موصوف نے متن میں ہی ادراج کر دیا۔

مفتی موصوف کا دعویٰ کے منکر موضوع نہیں ہوتی کا ہم تفصیل سے جائزہ لے چکے ہیں متن میں جس پر ہم نے امثال واقوال پیش کر کے یہ بات واضح کی کہ اکثر متقدمین کے ہاں اور بعض متاخرین کے ہاں بھی منکر کا اطلاق روایت کے بطلان کو واضح کرنے کے لئے ہوتا ہے لیکن پھر بھی موصوف نے اپنی کتاب میں بھی یہی لکھ دیا کہ منکر موضوع نہیں ہوتی۔

اور دعوت اسلامی والوں نے جو فتویٰ دیا ہے اس میں بھی یہی عبارت درج ہے اسکین ملاحظہ ہو:

اس معنی کی ایک اور حدیث حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ تعالی نے حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: "عن أنس بن مالک قال قال رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) أنا مدینۃ العلم وأبو بکر وعمر وعثمان سورھا وعلي بابھا فمن أراد العلم فلیأت الباب" اسے روایت کرنے کے بعد ابن عساکر رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: "منکر جدا إسنادا ومتنا" یعنی یہ حدیث سند اور متن کے اعتبار سے سخت منکر ہے۔

(تاریخ مدینۃ دمشق جلد 45، صفحہ 321، دار الفکر بیروت)

اور اہل علم پر مخفی نہیں کہ حدیث منکر موضوع نہیں ہوا کرتی۔

ان اجلہ ائمہ کی تصریح سے یہ بات واضح ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، موضوع ہر گز نہیں۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.daruliftaahlesunnat.net | daruliftaahlesunnat | DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net

جبکہ امام ابن عساکر رحمہ اللہ کا منہج ہم ماقبل تحقیق میں ذکر کر آئے جو امام ابن عراق الکنانی رحمہ اللہ نے فرمایا تھا کہ امام ابن عساکر رحمہ اللہ کے نزدیک منکر بمعنی موضوع ہوتی ہے اس عبارت کا اصل اسکین ملاحظہ ہو:

تنزيه الشريعة المرفوعة
عن الأخبار الشنيعة الموضوعة

لأبي الحسن علي بن محمد بن عراق الكناني

٩٠٧ – ٩٦٣ ه

حققه وراجع أصوله وعلق عليه

عبد الوهاب عبد اللطيف
الحائز للعالمية من درجة أستاذ
والمدرس بكلية العربية

عبد الله محمد الصديق
من علماء الأزهر والقرويين
ومتخصص في علم الحديث والإسناد

دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

من حديث علي وفيه هناد النسفي ومحمد بن مسلمة (تعقب) بأن الحافظين ابن عساكر وابن النجار أخرجاه في تاريخهما من غير طريق هناد واقتصرا على وصفه بالنكارة (قلت) كثيرا ما يقتصر ابن عساكر على وصف الحديث بالنكارة وهو عنده موضوع يعرف ذلك بمراجعة كلامه والله تعالى أعلم وهذا الحديث عنده من طريق الحسين بن أحمد الكردي عن أبي القاسم عمر بن محمد الخلال عن الحسن بن يحيى القاضي بحصن مهدي عن القاضي أبي عمر محمد بن يوسف بن يعقوب الأزدي قال ابن عساكر والحمل فيه على الكردي أو من بينه وبين أبي عمر قال الحافظ ابن حجر وهو عند هناد في المسلسلات من غير طريق هؤلاء عن أبي عمر بسنده على وجه غير الذي وقع في طريق الكردي فكأن الكردي سرقه من هناد وخبط في الإسناد قال ومن علل إسناد هناد أن ربيعة شيخ مالك لا رواية له عن شريح أصلا والرواة بين هناد وأبي عمر لا يعرفون قال وأما ظن ابن الجوزي أن محمد بن مسلمة هو الواسطي فبعيد لأني لا أعرفه في الرواة عن مالك (قلت) الكردي قد توبع في طريق ابن النجار فالظاهر أن البلاء فيه من قاضي حصن مهدي وأن بعض المجهولين الذين في طريق هناد سرقه منه والله تعالى أعلم .

الفصل الثالث

(٣٥) [حديث] عائشة دخل علي رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال لي يا عائشة اغسلي هذين البردين فقلت بأبي وأمي يا رسول الله بالأمس غسلتهما فقال أما علمت أن الثوب يسبح فإذا اتسخ انقطع تسبيحه (خط) وقال هذا منكر (قلت) لو لم يقل فيه إلا ذلك لكان ينبغي أن لا يدخل في الموضوعات لكن الذهبي قال في الميزان باطل وقال في تلخيص الواهيات فيه شعيب بن أحمد البغدادي مجهول وهو الآفة والله تعالى أعلم .

(٣٦) [حديث] لبس الثوب النظيف ينفي الهم والبخور ينفي الهم (مي) من حديث علي (قلت) لم يبين علته وفيه من لم أقف لهم على حال والله تعالى أعلم .

(٣٧) [حديث] ما طابت رائحة عبد قط إلا قل همه ولا نقيت ثياب عبد إلا قل همه (نع) من حديث أنس وفيه دينار مولى أنس .

(٣٨) [حديث] من لبس الصوف ليعرفه الناس كان حقا على الله أن يكسوه ثوبا من جرب حتى يتساقط (نع) من حديث أنس وفيه عباد بن كثير .

کذاب فی الحدیث کی روایت موضوع ہوتی ہے اس پر ہم نے امیر المؤمنین فی الحدیث شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی کی کتاب نزھۃ النظر کی عبارت مع ترجمہ ما قبل تحقیق میں ذکر کیا ساتھ ہی امام محمد آفندی برکوئی حنفی رحمہ اللہ کا کلام بھی انکی اصول حدیث پر مشتمل کتاب سے ذکر کیا

دونوں کا اصل کتاب سے اسکین ملاحظہ ہو۔

نیز ہم نے حافظ ابن حجر عسقلانی کی عبارت کا اسکین نخبۃ الفکر کی اس شرح سے لگایا ہے جو امام ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے تاکہ یہ بات بھی واضح ہو جائے کے حافظ کے کلام کی امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شرح کر کے واضح موافقت کی ہے کوئی مخالفت نہیں کی۔

شرح شرح نخبة الفكر

تأليف

العلاّمة علي بن سلطان محمّد الهروي القاري

المتوفّى سنة 1014 هجرية

ضبط نصّه وخرّج أحاديثه وعلّق عليه

محمّد بن رياض الأحمد

دار الكتب العلمية
Dar Al-Kotob Al-ilmiyah
DKi
أسسها محمد علي بيضون سنة 1971 بيروت - لبنان
Est. by Mohammad Ali Baydoun 1971 Beirut - Lebanon
Établie par Mohamad Ali Baydoun 1971 Beyrouth - Liban

[الموضوع]

فالقسمُ الأوَّلُ:- وهُو الطَّعْنُ بكَذِبِ الرَّاوي في الحَديثِ النبويِّ - هو المَوضوعُ[1].
والحُكْمُ عليهِ بالوَضْعِ إنما هو بطريقِ الظنِّ الغالبِ، لا بالقطْعِ؛ إذ قَدْ يَصْدق الكَذوبُ، لكنَّ لأهلِ العلمِ بالحديث ملَكَةٌ قويّةٌ يُمَيِّزون بها ذلك، وإنَّما يَقوم بذلك منهُم مَن يكونُ اطِّلاعه تامًّا، وذِهْنه ثاقِبًا، وفهْمه قويًّا، ومعرِفتُهُ بالقرائن الدَّالَّةِ على ذلك متمكِّنة.

الشرح: (فالقسم الأول وَهُوَ الطعْن بكذب الرَّاوِي فِي الحَدِيث النَّبَوِيّ هُوَ الْمَوْضُوع) وَفِيه مُسَامَحَة، لِأَن الْمَوْضُوع هُوَ الحَدِيث الَّذِي فِيهِ الطعْن بكذب الرَّاوِي، لَا نفس الطعْن بِهِ، وَأما مَا قيل: من أَن المُرَاد بالطعن المطعون، فخلاف ظَاهر المَقْسَم كَمَا تقدم.

ثمَّ يُقَال لَهُ أَيْضًا: المُخْتَلَق بقاف بعد لَام مَفْتُوحَة، الْمَصْنُوع، لِأَن وَاضعه اختلقه، أَي افتراه، وصنعه، أَي من عِنْده.

(وَالْحكم عَلَيْهِ) أَي على الحَدِيث، (بِالْوَضْعِ) أَي بِكَوْنِهِ مَوْضُوعًا، أَو بِوَضْع الْوَاضِع إِيَّاه، (إِنَّمَا هُوَ) أَي الحكم عَلَيْهِ (بطرِيق الظَّن الْغَالِب) صفة كاشفة للتَّأْكِيد، إِذْ قد يُطلق الظَّن بِمَعْنى الْعلم، كَقَوْلِه تَعَالَى: ﴿ٱلَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَٰقُواْ رَبِّهِمۡ﴾ [البقرة: ٤٦]، (لَا بِالْقطعِ) وَهُوَ تَصْرِيح بِمَا علم ضمنا، مُبَالغَة فِي التَّأْكِيد.

(١) الموضوع لغة: هو اسم مفعول من وَضَعَ الشيء أي حَطَّهُ، سُمي بذلك لانحطاط رتبته.
واصطلاحًا: هو الكذبُ المُخْتَلَق المصنوعُ المنسوب إلى رسول الله ﷺ.
وهو شر الأحاديث الضعيفة وأقبحها. وبعض العلماء يعتبره قسمًا مستقلاً وليس نوعًا من أنواع الأحاديث الضعيفة، و هذا هو الصوابُ.
وأجمع العلماء على أنه لا تحل روايته لأحد عَلِمَ حالَهُ في الأحكام والقَصَص والتَّرغيب وغيرها من أبواب الدين إلا مع بيان وضعه.

مجموع رسائل في علوم الحديث

١ - الدرة في أصول علم الحديث — لأحمد الحفيد الهروي المتوفى 906 هـ
٢ - رسالة في علم الحديث — لجلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي (849 - 911 هـ)
٣ - مقدمة في أصول الحديث — لمحمد أفندي البركوي (929 - 981 هـ)
٤ - المختصر في مصطلح أهل الأثر — لعبد الله بن محمد الشنشوري الشافعي المصري (935 - 999 هـ)
٥ - رسالة في أصول الحديث — لمحمد بن محمد سرحان العماوي الفيومي رحمه الله
٦ - علم الحديث دراية ورواية — لعبد الهادي نجا الأبياري (1821 - 1888 م)

تقديم وتعليق
الشيخ أبي عاصم بشير ضيف بن أبي بكر المالكي الجزائري

دار الكتب العلمية
Dar Al-Kotob Al-ilmiyah
DKi
أسسها محمد علي بيضون سنة 1971 بيروت - لبنان
Est. by Mohammad Ali Baydoun 1971 Beirut - Lebanon
Établie par Mohamad Ali Baydoun 1971 Beyrouth - Liban

علماء الحديث حصروا وجوه الطعن في العدالة في الخمسة:

- الأول: كذب الراوي.
- الثاني: اتهامه به.
- الثالث: فسقه.
- الرابع: جهالته.
- الخامس: كونه مبتدعا.

أما كذب الراوي: فهو أن يكون ثابت الكذب عمدا في الحديث النبوي فإذا ثبت كذبه في حديث من الأحاديث فهو مطعون بالكذب، وحديث الراوي المطعون بالكذب سواء كان كذبه فيه أو في حديث آخر يسمى موضوعا ومختلقا وهذا هو المراد من الموضوع في اصطلاحهم.

وليس في الحديث الموضوع شرط: أن يكون الكذب والوضع فيه بعينه، والراوي المتعمد بالكذب في الحديث النبوي، وإن وقع الكذب منه في مدة عمره مرة واحدة في واحد لم يقبل حديثه وإن تاب وأحسن حاله، بخلاف شاهد الزور، فإنه إذا تاب تقبل شهادته كذا قالوا.

- وأما اتهام الراوي بالكذب فهو أن يكون مشهورا بالكذب في الأقوال وإن لم يثبت كذبه في الحديث النبوي على صاحبه الصلاة والسلام، وحديث الراوي المطعون باتهام الكذب يسمى متروكا كما يقال: حديثه متروك. ومثل هذا الشخص لو تاب عن الكذب وأصلح حاله بحيث ظهر ولاح آثار الصلاح من ناحية حاله يجوز أن يسمع حديثه.

ہم نے یہاں صرف وہی اسکین پیج درج کئے ہیں جن کو ہم ضروری سمجھتے تھے پیش کرنا اگر مزید کسی عبارت کا اسکین کسی کوئی چاہیے ہو یا ہماری تحقیق سے متعلق کوئی سوال ہو تو ہمارے درج ذیل فیسبک اکاؤنٹ کے میسنجر پر میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔

https://www.facebook.com/profile.php?id=100072818422763&mibextid=ZbWKwL

ختم شد